

خلافت علی منہاج النبوۃ کا داعی

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

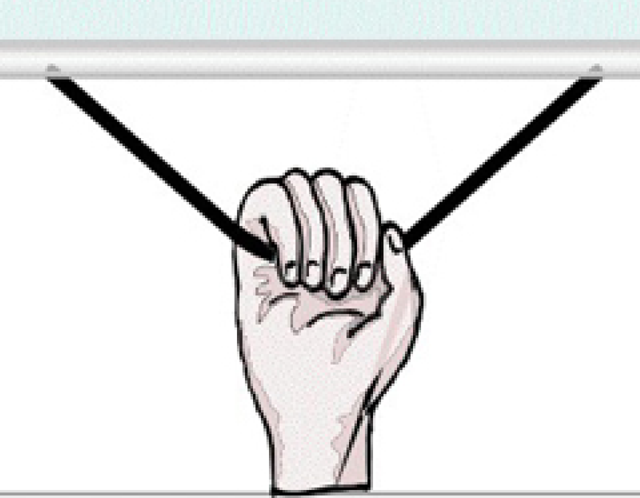
website : www.muwahideen.tk

email : info@muwahideen.tk

جاہلیت کے مقابلے میں اسلام "جنگ بندی" نہیں کرسکتا

اسلام کی فطرت کا یہ ایک اہل تقاضا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو غیر اللہ کی بندگی کے گڑھے سے نکالنے کے لیے روز اول ہی سے پیش قدمی شروع کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے جغرافی حدود کی پابندی ناممکن ہے، اور نہ وہ نسلی حد بندیوں میں محصور ہو کر رہ سکتا ہے، اُسے یہ گوارہ نہیں ہے کہ وہ مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلی ہوئی پوری نوع انسانی کو شر و فساد اور بندگی غیر اللہ کا لقمہ بنتے دیکھے اور پھر اسے چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لے۔ اسلام کے مخالف کیمپوں پر تو ایک ایسا وقت آ سکتا ہے کہ ان کی مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ اسلام کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہ کی جائے بشرطیکہ اسلام انھیں اس بات کی اجازت دے دے کہ وہ اپنی علاقائی حدود کے اندر رہ کر بندگی غیر اللہ کی ڈگر پر چلتے رہیں، اسلام انھیں ان کے حال پر چھوڑ دے اور انھیں اپنی دعوت اور اپنے اعلان آزادی کی پیروی پر مجبور نہ کرے۔ مگر اسلام اُن کے ساتھ "جنگ بندی" کا موقف اختیار نہیں کرسکتا۔ اِلا یہ کہ وہ اسلام کے اقتدار کے آگے اپنا سر خم کر دیں، اور جزیہ دینا قبول کر لیں۔ جو اس امر کی ضمانت ہوگا کہ انہوں نے دعوت اسلام کے لیے اپنے دروازے کھول دیے ہیں، اور اس کے راستے میں کسی سیاسی طاقت کے بل پر روڑے نہیں اٹکائیں گے۔ اس دین کا یہی مزاج ہے اور اللہ کی عالمی ربوبیت کا اعلان، اور مشرق و مغرب کے انسانوں کے لیے غیر اللہ کی بندگی سے نجات کا پیغام ہونے کی حیثیت سے اس کا یہ ناگزیر فرض بھی ہے۔ اسلام کے اس تصور میں اور اُس تصور میں جو اس کو نسلی اور جغرافیائی حدود میں مقید کر دیتا ہے، اور جب تک کسی بیرونی جارحیت کا خطرہ نہ ہو، اس کو کسی اقدام کی اجازت نہیں دیتا۔ فرق ظاہر ہے۔ اوّلی حالت میں وہ ایک زندہ اور متحرک قوت ہے، جب کہ دوسری صورت حال میں وہ تمام داخلی اور فطری محرکات عمل سے یکسر محروم ہو جاتا ہے۔

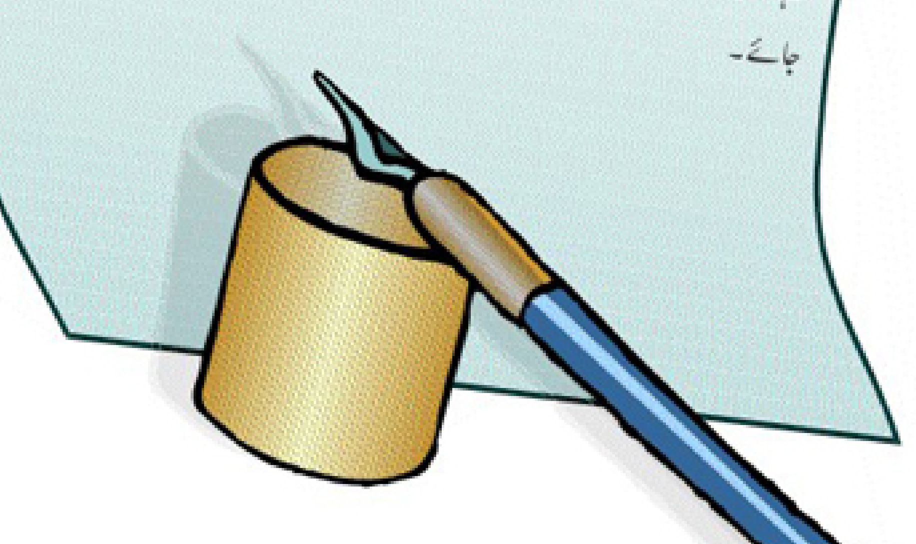
سید قطب شہیدؒ

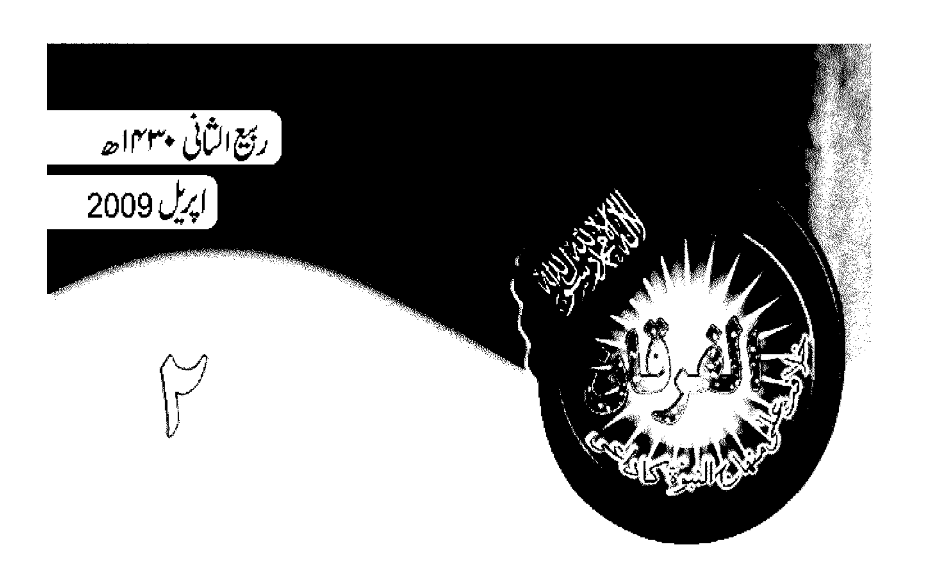




أَفْضَلُ الْهِجْرَتَيْنِ الْهِجْرَةُ الْبَاتَّةُ وَالْهِجْرَةُ الْبَاتَّةُ أَنْ تَثْبُتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهِجْرَةُ الْبَادِيَةِ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى بَادِيَتِكَ وَعَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ۔ (صحيح الجامع الصغير: كتاب السيرة باب الهجرة رقم: ١١٣٢، طبرانی)

سیدنا واثلہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو ہجرتوں میں سے افضل ہجرت 'بانہ' ہے اور وہ یہ ہے کہ (اسلام قبول کرنے کے بعد گھربار چھوڑ کر) تو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وقف کر دے۔ اور ہجرت 'بادیہ' یہ ہے کہ تو اپنی بستی کی طرف لوٹ جائے اور تمہارے لیے سمع وطاعت لازم ہے۔ تنگی وکشادگی میں، چاہنے اور نہ چاہنے میں اور خواہ تم پر کسی اور کو ترجیح دی جائے۔





فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(قضایه ایمانیه)

کلمة التوحید

عبداللہ العامری حفظہ اللہ

لاالــه الا الــلــه ......بعثتِ انبیاء علیہم السلام سے حق و باطل کے درمیان کشمکش کا بنیادی سبب یہی کلمہ ہے۔تمام انبیاء علیہم السلام اسی کلمہ کی خاطر مبعوث کیے گئے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون﴾ اورآپ سے قبل ہم نے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے سب کی طرف یہی وحی کی گئی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

اسی کلمہ ہی کی خاطر جنت وجہنم کے بازار سجائے گئے اورلوگ دوقسموں میں تقسیم ہوگئے۔ابنِ قاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہی وہ مضبوط کڑہ ،کلمہءتقویٰ اورکلمۃ الاخلاص ہے۔اس کلمہ پر زمین و آسمان قائم کیے گئے اوراسکی تکمیل کے لیے سنت وفرائض مشروع کیے گئے اوراسی کے لیے تلواریں بے نیام ہوئیں۔

اس کے دورکن ہیں پہلا ...... ہراس چیز کی نفی ،انکاراوراس سے برأت جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہےاوردوسرا......تمام قسم کی عبادات کواللہ وحدہ لاشریک کے لیے خالص کرنا۔

ابوالمظفر الاسفرایینی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے نفی کواثبات پر مقدم رکھا تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ اثبات اس وقت تک حاصل نہ ہوگا جب تک اس کی ضد ومخالفت میں شامل ہر چیز کی نفی نہ کردی جائے۔الزرکشی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نفی کومقدم اس لیے رکھا گیا کہ اثبات اس وقت تک نہ ہوگا جب تک دل اس کی نفی سے خالی نہ ہوجب دل خالی ہوگا تواس وقت اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ

کی توحید کا رنگ ونور بھرنا زیادہ اقرب ہے۔

وہ توحید جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے تمام عبادات کو ثابت کرنے سے عبارت ہے وہ کبھی توحید نہ کہلائے گی جب تک دلوں میں غیر اللہ کی عبودیت موجود ہے۔ اس لیے اس کلمہ کی ضد کا ازالہ اولاً ضروری تھا۔ اہلِ علم کہتے ہیں ﴿التخلية قبل التحلية﴾ توحید کا زیور پہننے سے پہلے (دل) خالی کرنا ضروری ہے۔ یعنی لازمی طور پر دل کفر کی تمام نجاستوں سے پاک ہوتا کہ اسکو توحید کا زیور پہنایا جائے۔

اس بات کو امام ابن القیم رحمہ اللہ یوں واضح کرتے ہیں کہ '' جب دل کے اندر باطل کی محبت و اعتقاد ہوگا تو اس میں حق کے اعتقاد و محبت کی جگہ نہ رہے گی۔ جیسے کہ زبان جب کسی غیر مفید بات میں مشغول ہو تو زبان والا جب تک باطل سے فارغ نہ ہو ایسی بات اس وقت تک نہیں کہ سکتا جو نفع بخش ہو۔ جب دل مخلوق کے ساتھ اور غیر نافع علوم کے ساتھ مشغول ہوں تو پھر اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کے احکام کی معرفت کے شغل کے لیے جگہ باقی نہ رہے گی۔''

اسی طرح جب دل کا متوجہ ہونا کان کے سننے کی طرح متوجہ ہونے جیسا ہے۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بات کے علاوہ دل کسی اور جانب متوجہ ہوگا تو اسے سمجھنے کے لیے دل کا میلان باقی نہ رہے گا۔ جیسے کہ دل جب غیرِ محبۃ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف راغب ہو تو اللہ جل جلالہ کی محبت کی طرف میلان اس میں نہ رہے گا۔

اے موحد یہ بات جان لے کہ غیر اللہ کی عبادت کی نفی کلمہء توحید کا پہلا رکن ہے۔ جس کا معنی ہے شرک اور اہلِ شرک سے برائت، بغض و دشمنی! ۔ اسی لیے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿واذا قال ابراهيم لا بيه وقومه﴾ کو توحید کی تفسیر قرار دیا۔ پس ان کا ﴿اننى براء﴾ بمعنی رکنِ اول کے ہے یعنی لا الہ الا اللہ۔ اس کا معنی ہے شرک سے برات اور یہ اس وقت تک نہ ہوگی جب تک غیر اللہ کی عبادت اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا تمام معبودانِ باطلہ کو ترک نہ

کیا جائے۔اس لیے شرک سے برأت کی جائے گی......،ان سے بغض رکھا جائے گا ......ان کی تکفیر کی جائے......اوران سے دشمنی کی جائے گی۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ نفی و اثبات ہے اس میں نفی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ تمام باطل معبودوں اور انکے لیے تمام انواعِ عبادات سے برأت کی جائے۔یہ معنی اللہ عزوجل کے اس قول میں واضح ہے﴿اننی براء مما تعبدون ﴾جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قول﴿الا الذی فطرنی ﴾ یہ کلمہ کے رکن ثانی پر دلیل ہے یعنی ﴿الا اللہ ﴾پر۔وہ آیت جو اللہ کی الوہیت اور اہلِ توحید کی محبت،موالات ونصرت کو ظاہر کرتی ہے جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا﴿لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلك فلیس من اللہ فی شیء﴾''ایمان والے مومنین کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست نہیں بناتے اور جو کوئی ایسا کرے تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں''۔(آل عمران:28)

النسفی رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی جو کافروں سے دوستی لگاتا ہے تو وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ولایت (دوستی) میں نہیں۔کیونکہ یہ دونوں ولایتیں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔شرک واہلِ شرک سے برأت صرف دل پر ہی مقصور نہیں بلکہ موحد کے لیے زبان کیساتھ مشرکین سے بغض،انکی تکفیر اور دشمنی کا صراحتہ اظہار کرنا ضروری ہے۔

ابن قاسم رحمہ اللہ اس آیت کے متعلق کہتے ہیں﴿قل یا اھل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم...... الی قوله فان تولو فقولوا اشھدوا باننامسلمون ﴾ان کے لیے واضح اظہار کرو کہ تم مسلمان ہو اور وہ کفار ہیں اور یہ کہ تم ان سے اور وہ تم سے بری ہیں۔یہ اس بات پر دلالت ہے کہ اس بات کی وضاحت کفار کے سامنے کرنا ضروری ہے تاکہ وہ جان لیں کہ یہ ان کے دین پر نہیں اور یہ کہ آپ کا دین ان کے دین کے خلاف ہے اور ان کا دین آپکے دین کے خلاف ہے۔

جیسے کہ اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ السلام کی مشرکین کے لیے ان سے برأت وبغض کے متعلق تصریح کو ذکر کیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں ﴿قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه اذ قالوا لقومهم انّا برءا منکم ومما تعبدون من دون الله کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوة والبغضا ابدا حتیٰ توء منوا با الله وحده﴾ "تحقیق تمہارے لیے ابراہیم بہترین اسوہ ہیں جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم تم سے اور جن کی تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے ہو بیزار ہیں۔ ہم نے تمہارا انکار کیا، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی وبغض شروع ہوگیا یہاں تک کہ تم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاؤ"۔

علامہ حمد بن عتیق رحمہ اللہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں ایک بہت اہم نکتہ ہے اور یہ ہے کہ اللہ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والے مشرکین سے برأت کو بتوں کی برأت پر مقدم رکھا کیونکہ پہلا دوسرے سے اہم ہے۔ پس کبھی بتوں سے برأت تو کی جاتی ہے لیکن ان کے عبادت گذاروں سے برأت نہیں کی جاتی تو ایسی صورت میں وہ واجب کا بجالانے والا شمار نہ ہوگا۔ اس لیے جب مشرکوں سے برأت ہوگی تو اس کا لازمی نتیجہ معبودوں کی برأت پر ہی نکلے گا۔ کتنے ہی انسان ہیں جن سے شرک واقع نہیں ہوتا لیکن وہ اس کے اہل سے دشمنی نہیں کرتے۔ ایسا نہ کر کے وہ مسلمان نہ کہلائیں گے۔

پس مشرکین سے بغض اور ان کی تکفیر کا اعلان و اظہار موحد پر واجب ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ کیا۔ لیکن اکراہ، عجز اور عدم، استطاعت کے وقت یہ کام ساقط ہوجائے گا اس وقت کہا جائے گا ﴿لا یکلف الله نفسا الا وسعها﴾ "اللہ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں ٹھہراتا"۔

دل کے اندر موجود مشرکین کے لیے بغض اگر ختم ہوجائے تو اس سے دین ختم ہوجاتا ہے اور انسان مرتدین میں شامل ہوجاتا ہے۔ پس کسی کو اس دور کے "جدید اہلِ اسلام" سے دھوکہ نہیں

کھانا چاہیے۔ یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ مشرکین کے لیے دل کے اندر موجود بغض کے آثار ظاہراً نمایاں ہونے چاہییں۔ علامہ حمد بن عتیق رحمہ اللہ کہتے ہیں **یہ بات جان لے کہ بغض کا تعلق اگرچہ دل کے ساتھ ہے لیکن یہ فائدہ نہ دے گا جب تک اس کے آثار و علامات ظاہر نہ ہوں لہذا ضروری ہے عداوت کے ساتھ مقاطعہ بھی ہو ایسی صورت میں ہی عداوت و بغض ظاہراً نمایاں ہوگا۔** لیکن جب اس کے برعکس موالات وصلہ موجود ہوتو یہ عدمِ بغض پر دال ہے پس تجھے چاہیے اس جگہ اچھی طرح غور کرتا کہ تجھ سے شبہات دور ہو جائیں۔

اسی لیے اگرچہ بعض قریش دینِ حنیف کے اوپر تھے جیسے کہ زید بن نفیل وغیرہ لیکن زعما و رئیسوں نے ان کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں کی۔ اس کا سبب صاف ظاہر ہے کیونکہ ان لوگوں نے طاغوت کا انکار نہ کیا تھا اور ان کے اہل سے بری نہ ہوئے تھے (یہ اس سبب تھا کہ دینِ ابراہیمی ان تک کامل شکل میں نہ پہنچا تھا) جس کے بغیر توحید مکمل نہیں ہوتی۔ بخلاف اس کے نبی علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور اس کا مقصد کلمہ توحید کا اظہار، شرک سے برأت و انکار اور مشرکین و موحدین کے درمیان حتمی فاصلہ قائم کرنا تھا۔ اسی لیے ان کو اس کے سبب تکالیف و اذیتیں برداشت کرنا پڑیں۔

توحید کی وہ دعوت جو ان امور سے خالی ہو اس سے کافر مطلقاً ممانعت نہیں کرتے اگرچہ بعض اوقات وہ اس سے تنگ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کی غیرت اور دشمنی اسی وقت ظاہر ہوتی ہے جب انہیں پتہ چلے کہ اس دین کے ماننے والے ان کی تکفیر کرتے اور ان سے بغض رکھتے ہیں اور ان کے معبودوں کو باطل قرار دیتے ہیں اسی لیے اہلِ کفر کا مختلف علاقوں اور ملتوں سے تعلق رکھنے کے باوجود اہل توحید کے خلاف اجتماع اور اس کے اسباب بہت قدیم ہیں۔ کیونکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گزارا کر لیتے ہیں لیکن اہلِ اسلام کے ساتھ رہنا جہاں مسلمان عزت والے ہوں اور یہ ذلیل ہوں انہیں منظور نہیں۔ یہ کہ اسلام کے پیروکار بلند ہوں اور یہ ذلیل وحقیر

ہوں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام نے قریش کو توحید کی دعوت دی اور انہیں شرک سے ڈراتے ہوئے توحید کی طرف بلایا تو انہوں نے اس پر کراہت نہ کی بلکہ اسے اچھا جانا اور باہم اس میں دخول کی گفتگو کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ے ان کے دین کو برا کہا اور انکے عالموں کو جاہل قرار دیا تو اس وقت وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دشمنی پر تل گئے۔ وہ کہتے تھے کہ اس نے ہمارے معبودوں کو گالی، ہمارے دین میں عیب نکالا اور ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف بتایا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی والدہ کو، فرشتوں اور صالحین کو گالی نہ دی تھی لیکن جب آپ نے یہ بتایا کہ وہ نفع ونقصان کے کچھ مالک نہیں تو انہوں نے اسے گالی قرار دیا۔

جب تو نے یہ سب کچھ جان لیا تو یہ بات بھی پلے باندھ لے کہ **باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار اور ترکِ شرک کے انسان کا اسلام اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک وہ مشرکین سے بغض ودشمنی کی صراحت نہ کرے** جیسے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لا تجد قوما یوء منون بالله والیوم الاخر یوادون من حاد الله ورسوله﴾ ''اے نبی (علیہ السلام)! آپ نہیں پائیں گے ایمان والوں کو کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو دوست رکھیں''۔

جب تو نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا پھر تو یہ بھی جان لے گا کہ بہت سے دین کے دعویدار کلمہء توحید سے جاہل ہیں۔ وگرنہ کس بات نے مسلمانوں کو عذاب، قید، مار اور پھر ہجرت پہ صبر کرنے پر مجبور کیا۔ نبی علیہ السلام تو ارحم الناس تھے کہ اگر اس معاملہ میں کوئی رخصت موجود ہوتی تو آپ ضرور انہیں رخصت دیتے۔

یقیناً قاری یہاں نوٹ کرے گا کہ شیخ نے یہ نہیں کہا کہ مشرکین سے برائت وبغض مغرب کے سامنے اسلام کی شکل کو بگاڑ دے گا اور یہ کہ ہمیں چاہیے کہ مغرب کے سامنے اسلام کو خوشنما بنا کر

پیش کریں تاکہ ہم اپنی مختلف ملتّوں اور علاقوں کے باجود کسی سے کوئی بغض نہیں رکھتے۔ **یہی وہ نقطہ ہے جس پر کہ خیراتی اور دعوتی تنظیمیں اسلام پر مصلحت کے لبادے چڑھا دیتی ہیں۔ بلکہ نبی ﷺ نے مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ وہ شرک واہلِ شرک سے بغض وعداوت کے اظہار میں اور ان کی اذیتوں پر صبر کریں اور اپنے عقیدہ کو تھامے رکھیں۔**

یہاں ایک بڑا ادقیق نکتہ ہے اور وہ یہ کہ **تو دیکھے گا اکثر وہ لوگ جو توحید اور اس اسلام کو جسے نبی علیہ السلام لیکر آئے سختی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں ایسے لوگ مختلف ملتوں اور علاقوں کے کفار کو کس قدر مبغوض ہیں۔** اس کے علاوہ جو بھی ہیں ان کے لیے تو دیکھے گا کہ کفار کا تعامل اور طرح ہے۔ اسی لیے ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا ﴿لم يأت رجل قط بمثل ما جئت به الا عـودي﴾ ایسی دعوت جو کوئی بھی لے کر آیا ہے جیسی کہ آپ ﷺ لیکر آئے، اس کی دشمنی کی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

پس جو کوئی نبی ﷺ کے دین کے جتنا زیادہ قریب ہوگا اتنی ہی کفار کی دشمنی اس کے خلاف شدید تر ہوگی۔ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں پس جو کوئی بھی ایسی چیز کی طرف بلائے جو رسول ﷺ لے کر آئے تو وہ آپ علیہ السلام کے اتباع میں سے ہوگا اور اس پر ضروری ہے کہ اسے شیطان کے پیروکاروں کی طرف سے اذیت پہنچے۔ تاریخ ووقائع اس بات پر شاہد ہیں۔

اس گفتگو کے بعد ہم اس بات کی بالکل حاجت نہیں رکھتے کہ ہم یہ بیان کریں کہ دعوتِ ''بین المذاہب مکالمہ'' یا جسے ''تقاربِ ادیانِ سماوی'' کہا جاتا ہے...... ایک کفریہ دعوت ہے جو توحید اور اس کے ارکان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ پس جو اوپر مذکور ہوا وہ اس دعوت کے حامل افراد کے شبہہ کے رد کے لیے کافی ہے۔

اس کے ساتھ آپ کو مسلمان کی زندگی میں عقیدۃ ''الولاء والبراء'' اور ''طواغیت کی تکفیر'' ان سے برائت وبغض کے اعلان کی اہمیت کا اندازہ بھی ہوگا۔ کیونکہ یہ سب عقیدہ ء توحید سے متعلق

ہے۔کسی بھی چیز کی بڑائی اوراس کی عظمت اس سے متعلق چیز کی عظمت سے ہی معلوم ہوتی ہے

''بے شک ایمان چند الفاظ بول دینے کا نام نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں تکلیفوں کا طویل سلسلہ ہے۔اور یہ ایک بہت بھاری ذمہ داری کی امانت ہے۔اور یہ جہاد کا نام ہے جس میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔اور یہ وہ جدوجہد ہے جس میں ثابت قدمی کی ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا لوگوں کا یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لائے کافی نہیں ہے اور وہ اس دعوے کی بنیاد پر چھوڑ نہ دیے جائیں گے بلکہ ان کو آزمائشوں سے گزرنا اور ثابت قدم رہنا ہوگا اور ان کو خالص حالت میں پاک صاف دلوں کے ساتھ گزرنا ہوگا۔جس طرح آگ سونے کو خود سے چمٹے ارزاں عناصر سے الگ کر کے صاف کر دیتی ہے۔اور یہ لغوی طور پر سچے الفاظ ہیں جو اپنا اطلاق خود رکھتے ہیں۔اور اس طرح ایمان کے راستے میں تکالیف دلوں میں کو اسکو خالص کرتی ہیں۔یہ آزمائشیں ایمان کے حوالے سے مستحکم اصول ہے اور اللہ کے پیمانے میں ایک جاری رسم ہے۔

''حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون'' [سورۃ عنکبوت ۳۔۲]

اور بے شک ایمان اس زمین پر اللہ کی امانت ہے کوئی اس کا بار نہیں اٹھاتا مگر جو اسکے اہل ہیں اور اسکو اٹھانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔اور ان کے دلوں میں اسکے لئے کچھ کر گزرنے کا خلوص ہے اور وہ آرام و راحت، تحفظ، ذاتی مفاد اور خوشیوں پر ایمان کو ترجیح دیتے ہیں۔اور درحقیقت یہ اہل ایمان پر ایک امانت ہے' زمین پر خلافت کے قیام کی اور لوگوں کو اللہ کے راستے میں لانے کی قیادت کی اور اللہ کے کلمہ کو زندگیوں پر نافذ کرنے کی۔پس یہ ایک قیمتی اور بھاری امانت ہے۔اور یہ اللہ کا امر ہے کہ لوگوں کو اس کام کے لیے اٹھائے اور اس کے نتیجے میں خاص قسم کے لوگ درکار ہیں جو صبر اور ثابت قدمی سے آنے والی مشکلات سہہ سکیں۔(سید قطب شہید رحمہ اللہ)

جیسے کہ ہمارے اس مسئلہ میں کلمہء توحید......لا اله الا الله ......کی عظمت۔(واللہ اعلم)

طاغوت کیساتھ مذاکرات اورانکا انجام

صہیب فاروقی حفظہ اللہ

ذیل کی سطور دراصل وہ ''انتباہی نشرہ'' ہے جسے مصر میں جماعۃ الجہاد نے طاغوت کے ساتھ مذاکرات کے ضمن میں شائع کیا۔موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظراوراس بات کوسامنے رکھتے ہوئے کہ اسی قسم کے تجربات پاکستان میں دہرائے جانے کو ہیں ہم مجاہدین اسلام کوتنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ مرتدین کے ساتھ تعامل کا اصول اللہ کی شریعت کے نافذ ہونے تک ایک ہی ہے ......﴿لا ھدنہ ولا حوار ولا صلح مع المرتدین﴾ مرتدین کے ساتھ کوئی امن،کوئی مذاکرات اورصلح نہیں ہوگی۔اس نشرہ میں طاغوت کے مذاکرات کی کچھ تاریخی مثالیں بیان کی جارہی ہیں۔ان مثالوں میں قاری ملاحظہ فرمائے گا کہ کس طرح عالمِ اسلام کی ایک بڑی تحریک غلط فہمی کا شکار ہوگئی اور طاغوتوں نے اسے اپنے دامِ مکروفریب میں پھانس لیا۔تاریخ ہمیشہ اپنے بعد والوں کے لیے عبرت ونصیحت کا درجہ رکھتی ہے کہ اگر بعد والے بھی اسی نہج پر چلیں گے تو ﴿ولن تجد لسنة الله تبديلاً﴾ اللہ کی سنت کسی کے لیے تبدیل نہیں ہوا کرتی۔

اللہ عزوجل فرماتے ہیں ﴿وكذالك جعلنا في كل قرية اكابر مجرميها ليمكروا فيها وما يمكرون الا بانفسهم وما يشعرون﴾ ''اسی طرح ہم نے ہر بستی کے رئیسوں ہی کوجرائم کا مرتکب بنایا تا کہ وہ لوگ وہاں فریب کریں اوروہ لوگ اپنے ہی ساتھ فریب کررہے ہیں اور ان کوذرا خبر نہیں''۔(الانعام 123) یہ وہ بدترین مکرودغابازی ہے جس کا نہ رکنے والا سلسلہ کتنے ہی مسلمان ممالک مثلاً مصر،سعودی عرب،تیونس،الجزائر،شام،اردن اور پاکستان وغیرہ میں

غیر شریعتِ رب العلمین پر حکومت کرنے والوں کے ہاتھوں جاری ہے۔اس ''مکر و چال بازی'' کا ہدف ہے۔

① مذاکرات ومباحثہ کے نام پر اسلامی قیادت کو بتدریج خالص اسلامی افکار سے روگردانی کی راہ ڈالنا۔

② دہشت گردی کے خلاف اقدامات کے نام پر فریضہء جہاد فی سبیل اللہ کو ہر صورت روکنا۔

اس لیے یہ نشرہ مسلمانوں کو متنبہ کرنے کے لیے شائع کیا گیا کہ وہ ''طاغوت کے ساتھ مذاکرات'' کی فاش غلطی سے اجتناب کریں۔ یہ نشرہ پانچ فصول پر مشتمل ہے جسمیں مختصراً ذیل کے موضوعات بیان کیے گئے ہیں۔

الفصل الاول: طاغوت کے کفر اور اس کے خلاف جہاد کے واجب ہونے کے بیان میں۔

الفصل الثانی: طاغوتوں کا مطالبہء دستبرداری ازل سے سنتِ قدریہ ہے۔

الفصل الثالث: طاغوت کے ساتھ مذاکرات کی مثالیں اور اس کے اثرات۔

الفصل الرابع: مسلمانوں کو طاغوت کیساتھ مذاکرات کرنے سے تنبیہ۔

الفصل الخامس: اللہ کی نصرت کب اور کیسے آئے گی۔

الفصل الاول

طاغوت کا کفر اور اس کے خلاف جہاد واجب ہے

جہاں تک ان کے کفر و ارتداد کا مسئلہ ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقانِ حمید میں فرماتے ہیں ﴿ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الكافرون﴾ ''اور جو اللہ کے نازل کردہ (قانون) کے مطابق حکم نہیں کرتے یہی لوگ کافر ہیں''۔ (المائدہ 44)

کیونکہ یہ لوگ جس فعل کے مرتکب ہیں یہی صورت اس آیت کے نزول کا سبب ہے۔ وہ سبب ہے اللہ کے حکمِ شریعت کو معطل کرنا اور خود سے کوئی اختراعی حکم نکال لینا اور پھر اسے لازم شریعت ٹھہرا لینا۔ جیسے کہ یہود نے تورات کے اندر موجود ''رجم'' کے حکم کو معطل کیا اور اس کے بدلے اپنی شریعت اختراع کر لی۔ سببِ نزول کی صورت بالاجماع قطعی طور پر نص میں داخل ہے۔
(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی 1/28-30)

اس کی طرف اسماعیل القاضی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا جیسے کہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ ''وہ کہتے ہیں کہ اسماعیل القاضی رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں اس معاملہ میں خلاف کا ذکر کرنے کے بعد کہا ﴿ظاهر الايات تدل على ان من فعل مثل ما فعلوا واخترع حكماً يخالف به حكم الله وجعله دينا يعمل به فقد لزمه مثل ما لزمهم من الوعيد المذكور حاكماً كان اوغيره﴾ ظاہری آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کسی حاکم وغیرہ نے ایسا فعل کیا جیسا کہ یہود نے کیا اور پھر کوئی اختراع شریعت میں نکالتے ہوئے اسے لازم ٹھہرا لیا تو اس پر وہی وعید لازم آئے گی جو ان پر آئی تھی۔ (فتح الباری 13/120)

میں کہتا ہوں اس کا قول ﴿وجعله دينا يعمل به﴾ کا مطلب ہے اسے لوگوں کے لیے لازمی

نظام بنا دینا۔ کیونکہ دین کا اطلاق ایسے نظام پر بھی کیا جاتا ہے جو حق ہو یا باطل مگر لوگوں کی زندگی گذارنے کا لائحہ عمل ہو۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے کافروں کو ان کی ضلالت جس پر کہ وہ تھے، ''دین'' قرار دیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں ﴿لکم دینکم ولی دین﴾ تمہارے لیے تمہارا دین میرے لیے میرا دین۔ (الکافرون:6)

دورِ حاضر کے کبار علماء کا کلام جنہوں ان حکمرانوں کے واضح کافر ہونے کے فتاویٰ صادر فرمائے ہیں!!

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ...... فرماتے ہیں ''قرآن کی ہدایت، جو ایمانی طور پر مضبوط لوگوں کے لیے ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ جو کوئی بھی محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی اور شریعت کی پیروی کرے گا تو ایسے شخص کا مخالفِ اسلام شریعت کی اتباع کرنا واضح کفر ہے اور ملت سے خارج کردینے والا ہے'' ☆ (اضواء البیان 439/3)

شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں...... ''یہ آسمانی وحی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، اس سے یہ غایت ظاہر ہوتی ہے کہ جو لوگ وضعی قوانین کی اتباع کرتے ہیں جسے شیطان نے شریعتِ محمدیہ کی مخالفت میں اپنے اولیاء کے تعاون سے وضع کیا ہے تو ایسی شریعت کے پیروکار کے کفر و شرک میں وہی بندہ شک کریگا جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے نورِ وحی سے اندھا کر دیا ہو'' (اضواء البیان 84-83/4، اور اس کے ساتھ 162/7، 584/7، 614/7 بھی ملاحظہ فرمائیں)

شیخ حامد الفقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں...... ''اس کی بدترین مثال ایسے شخص کی ہے جو فرنگیوں کے کلام کو قانون بنالے اور ان کے ذریعے خون و شرمگاہوں اور اموال کے فیصلے کرنے لگ جائے۔ پھر اس قانون کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول سے حاصل شدہ واضح علم پر ترجیح دیتا ہے تو ایسا شخص بلا شک وشبہ کافر و مرتد ہے جبکہ وہ اس پر مصر ہو اور اللہ کے نازل کردہ حکم کی طرف نہ لوٹے۔ ایسی صورت میں وہ جو مرضی نام (مسلمانوں والا) رکھ لے اور نہ ہی اسلام کے ظاہری اعمال نماز،

روزہ اور حج وغیرہ اسے نفع دیں گی''۔(فتح المجید شرح کتاب التوحید طبع انصار السنۃ، حاشیہ ص 396)

شیخ العلامہ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں...... ''کیا یہ جائز ہے کہ اللہ کی شریعت میں یورپ کی بت پرست ملحد شریعتوں سے مقتبس (ماخوذ) قوانین کی پیروی کی جائے۔ بلکہ خواہشات اور باطل آراء کے تابع شریعت سازی کی جائے جس میں اس کے ماننے والے جب اور جیسے چاہتے ہیں تبدیلی کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ شیخ نے کہا وضعی قوانین کا مسئلہ سورج کی روشنی کی طرح واضح ہے۔ یہ واضح کفر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔ پس اسلام کے ساتھ نسبت رکھنے، اس کی اتباع کرنے اور اسکے عقیدہ کا اقرار کرنیوالے کسی بھی شخص کے لیے کوئی عذر نہیں۔(عمدہ التفسیر 174-173/4)

شیخ محمود شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں......اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس کے ساتھ ہمارے زمانے کے بدعتیوں نے استدلال کیا ہے۔ وہ اموال، عزتوں اور خون کے معاملات میں اہلِ اسلام کی شریعت کے مخالف قانون سے فیصلے کرواتے ہیں۔ اسی طرح اس بات کا بھی سوال نہیں پیدا ہوتا کہ اہلِ اسلام کے لیے ایسا قانون بنایا جائے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق نہ ہو۔ پس ایسا فعل اللہ اور اس کے دین سے اعراض کرنے اور کفر کے احکام کو اللہ کے احکام پر ترجیح دینے کے مترادف ہے۔ یہ ایسا کفر ہے جس میں اہلِ قبلہ میں سے کوئی بھی شک نہیں کرتا'' (باختلاف اس کے کہنے والے اور اسکی طرف دعوت دینے والے کی تکفیر کے)۔(عمدۃ التفسیر 157/4)

شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ (سابقہ مفتی سعودیہ) اپنے رسالہ ''تحکیم القوانین'' میں فرماتے ہیں...... ''سب سے بڑا کفرِ اکبر یہ ہے کہ اسلام کا واضح قانون جسے روح الامین علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اتارا تا کہ اسکے ساتھ دونوں جہانوں میں فیصلے کیے جائیں اسکے مقابل وضعی لعنتی قانون کو رکھا جائے، یہ بات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کے سراسر خلاف ہے ﴿فان تنازعتم فی

شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول ان کنتم توء منون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر واحسن تاویلاً ﴾ ''اگر تمہارا آپس میں تنازع ہو جائے تو اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو یہی خیر اور بہتر تاویل ہے''۔

پھر شیخ ابراہیم نے ذکر کیا کہ بعض احوال میں غیر ما انزل اللہ پر حکم کفرِ اکبر بن جاتا ہے۔ جن میں پانچواں نقطہ مسلمانوں کی موجودہ حالت کو بہت تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ یہ پانچواں نقطہ ہے شریعت کے ساتھ معاندت ومخاصمت اور اللہ ورسول کی خلاف ورزی، شرعی احکام کی مخالفت ، تیاری میں، انکی مدد میں، روکنے میں، پہنچانے میں، تفریع وتشکیل میں ،الزام میں، مراجع و مستندات میں جس طرح اللہ کے رسول ﷺ کی شریعت کا مرجع کتاب وسنت ہے اسی طرح ان قوانین کا مرجع مختلف قوانین وشرائع ہیں۔ جیسے کہ فرانسیسی ، امریکی اور برطانوی قانون وغیرہ۔ ایسے محکمہ جات اب بہت سے اسلامی ممالک میں قائم ہیں اور لوگ ان کی طرف بھاگے جاتے ہیں اور ان کے حاکم وہاں کتاب وسنت کی مخالفت میں فیصلے کرتے ہیں اور انہیں لازم قرار دیتے ہیں۔ **پس کون سا کفر اس سے زیادہ شہادتِ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے منافی ہوگا''۔**

جب حاکم سابقہ اسباب میں سے کسی سبب یا ارتداد کے کسی سبب کے باعث کافر ہو جائے تو اس کی طاعت ساقط ہو جاتی ہے اور اس کا معزول کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ معزول ہونے سے ممتنع ہو تو اسے معزول کرنے کے لیے قتال واجب ہے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں وہ فرماتے ہیں ﴿ دعانا رسول اللہ فبایعناہ فکان فیما اخذ علینا ان بایعنا علی السمع والطاعۃ فی منشطنا ومکرھنا وعسرنا ویسرنا واثرۃ علینا وان لا ننازع الامر اھلہ قال الا ان ترو کفراً بواحاً عندکم من اللہ برھان ﴾ کہ نبی ﷺ نے

ہمیں بلایا اور آپ نے ہم سے جو عہد لیا وہ یہ تھا کہ ہم اپنی مرضی میں اور کراہت میں، تنگی اور آسانی میں اور ہم پہ ظلم کیے جانے کے باوجود اطاعت کریں گے اور امور کے اہل سے تنازع نہیں کریں گے مگر اس صورت میں جب تم کفرِ بواح دیکھو جس کی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی دلیل ہو۔(متفق علیہ ☆ واللفظ لمسلم)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ امامت کسی کافر کے لیے منعقد نہیں ہوسکتی اور یہ کہ جب وہ کفر کا ارتکاب کرے تو اسے معزول کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ انہوں کہا کہ **اگر حاکم کافر ہوجائے اور وہ شریعت میں تغیر کرے یا بدعت کا ارتکاب کرے تو وہ ولایت کے حکم سے خارج ہوجائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہوجائیگی۔ ایسی صورت میں مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑے ہونا، اسے معزول کرنا اور اسکی جگہ اگر ممکن ہو تو امامِ عادل کی تنصیب کرنا واجب ہے**۔ اگر ایسا کرنا صرف ایک جماعت کے لیے ہی ممکن ہو تو ان پر بھی ایسے کافر کو معزول کرنا واجب ہے جبکہ بدعتی کے باب میں یہ واجب نہیں مگر اس صورت میں جب انہیں اس کی قدرت ہو۔ پس اگر وہ بدعتی کے باب میں ایسا کرنے سے عاجز ہوں تو ان پر اس کا قیام واجب نہیں۔ ایسی حالت میں مسلمان کو چاہیے کہ اپنی زمین سے دوسری زمین کی طرف ہجرت کر جائے اور اپنا دین بچائے۔(صحیح مسلم بشرح النووی کتاب الامارہ 229 ص 12)

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں...... "جب حاکم کافر ہوجائے...... اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفر سے وہ بالاجماع معزول کیا جائیگا اور ہر مسلمان کو ایسا کرنا واجب ہے"۔ اس کے ساتھ ہم وہ قول ذکر کرتے ہیں کہ "قاضی عیاض کہتے ہیں کہ جب مسلمان جہاد سے عاجز ہوں تو بموجب آیت ﴿واعدوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ ان پر قوت کی تیاری کرنا واجب ہے۔

(فتح الباری 123/13)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں...... کہ جہاد کرنے سے معذوری کے وقت بندھے ہوئے گھوڑے اور قوت کے ساتھ تیاری کرنا واجب ہے اور یہ بموجب فقہی قاعدہ ﴿ما لا یتم الواجب الا به فهو واجب﴾ کے ہے۔ (مجموع الفتاویٰ 259/28)

پھر یہ عمل اس لیے بھی ضروری ہے کہ اللہ عزوجل نے جہاد کی تیاری کو مومن اور منافق کے درمیان فرق کی نشانی بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ولو ارادوا الخروج لاعدوا له عدة ولكن كره الله انبعاثهم فثبطهم وقيل اقعدوا مع القاعدين﴾ ''اگر ان کا نکلنے کا ارادہ ہوتا تو وہ اس کے لیے تیاری کا سامان کرتے لیکن اللہ نے ان کے اٹھنے کو برا جانا پس انہیں زمین کے ساتھ چپکا دیا اور انہیں کہہ دیا گیا کہ بیٹھ رہو بیٹھ جانے والوں کے ساتھ'' (التوبہ 47)

اے میرے مجاہد بھائی یہ بات جان لے ہر وہ ملک جہاں نام نہاد مسلمان غیر شریعتِ اسلام پر حکومت کر رہے ہیں وہاں کے باسیوں پر ان مرتد حکمرانوں کے خلاف جہاد فرضِ عین ہے۔ اس لیے کہ یہ تمام حکمران وہ کافر دشمن ہیں جو مسلم ممالک پر قابض ہو گئے ہیں اور یہی بات جہاد کو فرضِ عین کرتی ہے۔

یہاں ہم ایک اہم شبہ کا ازالہ بھی کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ اخوان المسلمون کے مرشد حامد ابو النصر نے کہا ﴿الجهاد لا يكون الا ضد العدو الاجنبي للوطن﴾ جہاد صرف وطن کے اجنبی دشمن کے خلاف ہی ہوگا۔ (جریدۃ النور 1407/4/1)

ہم کہتے ہیں کہ اجنبی اور غیر اجنبی دشمن میں کوئی فرق نہیں چاہے وہ کوئی مرتد دشمن ہو جو ملک پر مسلط ہو گیا ہو۔ کیونکہ اس کے ساتھ قتال کی علت اس کا ''کفر'' ہے جب کہ اس کا اجنبی یا وطنی ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ باوجود اس کے کہ کافر اپنے کفر کے ساتھ ہی اہل اسلام سے اجنبی ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ﴿قال يا نوح انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح﴾ اے نوح وہ تیرے اہل میں سے ہی نہیں کیونکہ اس کے اعمال غیر صالح یعنی کفر پر ہیں۔ (ہود 46

)وہ لوگ جو اجنبی اور غیر اجنبی کافر میں فرق کرتے ہیں ان کی مثال ایسے ہی ہے
جیسے کوئی مقامی طور پر تیار کی گئی شراب کو غیر ملکی شراب سے فرق کرے جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ دونوں ہی شرابیں حرام ہیں اور نشہ آور ہیں۔ بلکہ یہ کافر جسے ہم وطنی کافر کہتے ہیں یہ کافروں کی اقسام میں بسبب مرتد ہونے کے غلیظ ترین کافر ہے۔جیسے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ﴿و کفر الردة اغلظ بالاجماع من الکفر الاصلی ﴾ ارتدادی کفر بالاجماع اصلی کفر سے بدترین ہے۔(مجموع الفتاویٰ 478/28)

جب ہم نے یہ جان لیا کہ ان مرتد حکمرانوں کے خلاف جہاد فرضِ عین ہے جیسے کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ﴿فیجب علی مسلم القیام فی ذلك ﴾ پس ہر مسلمان پر اس کا قیام واجب ہے (فتح الباری 123/13)۔اس کا معنی یہ ہے کہ ان مرتد حکمرانوں کے خلاف جہاد فرضِ عین ہے اور اس سے پیچھے بیٹھ رہنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب اور فاسق ہے۔فسق و کبیرہ گناہ کے ارتکاب کا حکم اس آیت کے سبب ہے جو ترکِ جہاد کے ضمن میں نازل ہوئی ﴿الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ﴾ ا''گرتم نہیں نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا'' (التوبہ 39)

مذکورہ بالا دلائل سے اے مسلمان بھائی یہ واضح ہوا کہ ان مرتد حکمرانوں کے خلاف جہاد نص و اجماع کے ساتھ مقرر ٹھہرا ہے اور ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے۔پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ ما کان لمو من ولا مو منة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا ﴾ ''کسی مومن مرد و عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی امر میں فیصلہ کردیں تو پھر وہ اس میں کوئی اختیار رکھیں اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تو وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہوگیا''۔(الاحزاب 36)

یہاں ہم ذرا توقف کرتے ہیں کہ پاکستان میں کافر مرتدین و طاغوت کیا ان تمام نصوصِ دینیہ کی

خلاف ورزی نہیں کر رہے......۔

☆شریعتِ اسلامیہ میں حکمران مسلمان ومتقی شخص ہوتا ہے لیکن کیا ملک کی مجلس شوری میں بیٹھے زانی وشرابی اپنے بنائے ہوئے خود ساختہ کفریہ قانون کے آرٹیکل 62، 63, پر ہی پورا اترتے ہیں؟ کیا دین کے یہ دشمن ہمارے لیے قانون سازی کریں گے؟

☆اللہ کا دین اس قدر ناقص ہے کہ ہمیں ان بولہبوں اور بوجہلوں کی ضرورت ہے؟ جن کو اتنا تک علم نہیں کہ قرآن کے سپارے کتنے ہیں۔ایک کمینی شکل والا کافر ٹی وی کی سکرین پر بیٹھ کے کہتا ہے کہ قرآن کے چالیس سپارے ہیں!!۔اتنا ہی تو اس کا علم ہے جس پر وہ ''جنرل'' ریٹائرڈ ہو گیا!

☆ کیا یہ پیسے کی خاطر ملک وملت کا سودا نہیں کرتے اور کافروں کے کافروں سے بڑھ کر یار نہیں؟ کیا کافروں کے ایک اشارے پر مشرف نے مجاہدین پر ظلم نہیں کیے؟ **کیا امت کے اموال سے واہ آرڈیننس فیکٹریوں میں بننے والے بم پاکستانی جہازوں نے خود قبائلی علاقوں میں مسلمانوں پر نہیں گرائے؟ کیا کسی کو معلوم ہے کہ قبائلی علاقوں میں مجاہدین ومعصوم شہریوں پر امریکی ڈرون کے میزائل حملے کے لیے نشاندہی پاکستانی کیمپوں سے ہوتی ہے؟**

☆شریعت کا قانون تو دور کی بات، سابقہ فوجی دور میں توہینِ رسالت، خواتین آرڈیننس اور حدود قوانین میں رد وبدل کرنے کی کوششیں کی گئیں اور نئے قانون بنائے گئے کیا یہ اسلام کا نفاذ ہے یا اس سے دستبرداری! پاکستان کے میڈیا چینلوں پر جھوٹا پراپیگنڈہ کر کے سچ کی آواز کو کب تلک دبایا جائے گا۔ہم بے دلیل بات نہیں کہتے شریعت پر چلتے ہیں،تم خود اپنی اداؤں پر غور کرو ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی......

الفصل الثانی

طاغوتوں کا اہل حق سے دستبرداری کا مطالبہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ۔واذاً لا تخذوک خلیلا۔ ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا۔اذاً لاذقناک ضعف الحیاۃ وضعف الممات ثم لا تجد لک علینا نصیرا۔وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منھا واذا لا یلبثون خلافک الا قلیلا۔سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تبدیلا﴾

''لوگ آپ کو اس وحی سے جو ہم نے آپ پر اتاری ہے بہکانا چاہتے ہیں کہ آپ اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ لیں تب تو آپ کو یہ لوگ اپنا ولی دوست بنا لیتے۔اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتے۔پھر تو ہم بھی آپ کو دوہرا عذاب دنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت کا۔پھر آپ تو اپنے لیے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاتے۔یہ تو آپ کے قدم اس سرزمین سے اکھاڑنے ہی لگے تھے کہ آپ کو اس سے نکال دیں۔پھر یہ بھی آپ کے بعد بہت ہی کم ٹھہر پاتے۔ایسا ہی دستور ان کا تھا جو آپ سے پہلے رسول ہم نے بھیجے اور آپ ہمارے دستور میں کبھی رد و بدل نہ پائیں گے''۔ (الاسراء 77-73)

ان آیات کی تفسیر میں استاد سید قطب شہید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں مشرکین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے معاملہ میں فتنہ میں مبتلا کرنے کی کوششوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ان کی یہ کوششیں مختلف صورتوں پر تھیں۔

① ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ ان کے معبودانِ باطلہ کی تندید (انکار) کو چھوڑ دیں اور وہ اس کے مقابل آپ کے الہ کی عبادت کریں گے۔

② بعض کہتے تھے کہ بیتِ عتیق کی طرح جسے اللہ عزوجل نے حرام ٹھہرایا ہے اس کی مثل ان کی زمین کو حرام قرار دے دیں۔

③ بعض متکبر یہ کہتے تھے کہ آپ ان کے لیے ایسی اعلیٰ کی مجلس بنائیں جس میں فقراء نہ موجود ہوں بلکہ اغنیا کی علیحدہ مجلس ہو۔

قرآنی نص یہاں پر ان کوششوں کا اجمالا ذکر کرتی ہے اور ان کی تفصیل نہیں بیان کرتی تا کہ نبی ﷺ کو حق پر ثابت قدم رکھنے اور فتنہ سے محفوظ رکھنے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضلِ بے پایاں کا اظہار ہو۔ اگر نبی ﷺ کے لیے اللہ کی تثبیت نہ ہوتی تو آپ ضرور ان کی طرف کچھ مائل ہو جاتے اور وہ آپ کو اپنا ولی دوست بنا لیتے اور پھر آپ کو مشرکین کو دوست بنا لینے کے انجام سے بھی دوچار ہونا پڑتا۔ اور وہ ہے زندگی و موت کا دوہرا عذاب بغیر اس کے کہ اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار آپ کے ساتھ ہوتا۔ حکومتی لوگوں کی اصحابِ دعوت کے خلاف کوششیں ہمیشہ ایسی ہی رہی ہیں تا کہ وہ انہیں دھوکے میں مبتلا کر کے جس قدر ہو سکے صراطِ مستقیم سے منحرف کر دیں اور انہیں دنیاوی متاع کے عوض غیر مستقیم منہج کی راہ پر لگا دیں۔ کتنے اصحابِ دعوات ہیں جو ایسے دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اس میں آسانی کی راہ پا لیتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اصحابِ سلطان یا حکومتی ایجنٹ ان سے پوری دعوت کو ترک کرنے کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ وہ کسی درمیانی راہ نکالنے کا مطالبہ کرتے ہیں تا کہ طرفین کسی مقام پر مل جائیں۔ شیطان ایسے اصحابِ دعوت کے دلوں میں انہی سوراخوں سے راہ بنا لیتا ہے اور داعی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ دعوت کی بہتری حکومتی ایجنٹوں کی رضامندی کے حصول میں مضمر ہے چاہے اس میں دعوت کے کچھ اہم پہلوؤں سے دستبردار ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔

لیکن ابتداء کا یہ خفیف انحراف آخر میں انحرافِ کامل کی شکل اختیار کر جاتا ہے اور صاحبِ دعوت جو شروع میں ایک چھوٹے جزء سے غفلت و اہمال برتنا قبول کرتا ہے تو وہ پھر کسی حد پر رکنے کا اختیار کھو دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جس قدر بھی پیچھے لوٹنا چاہتا ہے اسی قدر اس کی دستبرداری بڑھتی جاتی ہے۔

حقیقت میں یہ ایمان کا مسئلہ ہے!

وہ شخص جو دعوت کے ایک چھوٹے حصہ سے دستبرداری قبول کر لیتا ہے یا اس میں ٹیڑھ آنے پر خاموشی اختیار کر لیتا ہے وہ اپنی دعوت پر حقیقی مومن نہیں ہوسکتا۔ دعوت کا ہر پہلو مومنِ صادق کی نظر میں حق ہے اور اس میں کوئی فاضل و مفضول نہیں ہے۔ اس میں کوئی ضروری و نفلی امور نہیں۔ اسمیں کوئی ایسا امر نہیں کہ اس سے مستغنی ہوا جاسکے۔ دعوت ایسا مکمل جزء ہے کہ اس کے کسی ایک جزء کے نقصان سے وہ اپنی حقیقت پر باقی نہیں رہتی۔ جیسے کوئی مرکب اگر اپنے کسی جزء کو کھو دے تو وہ اپنی خصوصیات کھو دیتا ہے۔ حکومتی ایجنٹ اہلِ دعوت کو بتدریج اپنے منہج سے ہٹاتے ہیں۔ پس جب وہ کسی جزء سے دستبرداری قبول کر لیتے ہیں تو وہ اپنی شوکت و ہیبت کو کھو دیتے ہیں۔ **لیکن اس میدان کے سوداگر جانتے ہیں کہ مسلسل دستبرداری اور قیمتوں کا بڑھاؤ آخر کار دعوت کے مکمل خاتمہ پر ہی منتج ہوتے ہیں۔**

حکومتی ایجنٹوں کو ساتھ ملانے کے لیے دعوت کے کسی ایک پہلو میں دستبرداری چاہے وہ چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو وہ دعوت کی نصرت کے باب میں زبردست روحانی شکست ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی وہ اکیلی ذات ہے کہ جس پر سچے مومن اپنی دعوت میں اعتماد کرتے ہیں۔ لیکن جب دل زنگ آلود ہوں تو شکست کبھی نصرت و فتح میں نہیں بدل سکتی۔

اسی لیے اللہ جل جلالہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کرتے ہوئے آپ کو وحی پر ثابت قدم رکھا اور مشرکین کے فتنہ سے آپ کو محفوظ رکھا۔ اور آپ کو بقدرِ قلیل بھی مشرکین کی طرف مائل ہونے سے

نہ صرف بچالیا بلکہ اس کے انجام سے بھی محفوظ کر دیا۔(فی ظلال القرآن 2245-2246)

☆ پاکستان میں کام کرنے والی بعض دینی جماعتیں جن کی اپنی بنیاد کسی اور سمت تھی اور آج وہ اس کے مخالف سمت میں کھڑی ہیں۔ کیونکہ ان کی قیادت و منہج میں حکومتی ایجنسیوں کے ایجنٹ داخل ہو گئے اور انہیں رفتہ رفتہ ان کے منہج سے دور کر دیا! لیکن مسئلہ آج بقول شاعر یہ ہے......

سیرتوں کے چہروں پر صورتوں کے چراغ ہیں　　دور سے کب ہوتا ہے اندازہ آدمی کا

یہی مصیبت ہے کہ نوجوان نسل جن کو اپنا قائد سمجھ کر پیچھے چل رہی ہے انہیں کیا معلوم کہ وہ خود بھیڑیے ہیں اور وقت آنے پر وہی ان کی پیٹھ میں چھرا گھونپیں گے۔ کیونکہ وہ تو خود بے اختیار مہرے ہیں، کٹھ پتلیاں ہیں جن کی ڈور ایجنسیوں کے ہاتھ میں رکھے مفادات کے ساتھ بندھی ہے۔ کس قدر منحرف ہیں یہ دین کے ناخدا......

☆ **جماعت اسلامی** خود کو سید قطب رحمہ اللہ کے منہج پر سمجھتی ہے جبکہ خود طاغوتی حکومت کا حصہ ہے!۔ کیا ابوالاعلیٰ مودودی شروع ہی سے جمہوری سوچ کا حامل تھا! کیا جماعت کی آستینوں میں طاغوتی ایجنسیوں کے بت نہیں......یہی تو وجہ ہے کہ......

جو بادہ خوار تھے سبھی اٹھتے جاتے ہیں　　کہیں سے آب دوامِ حیات لے ساقی

علماء و مفکرین اس قافلہ سے نکل گئے اور آج جماعت صرف کفریہ پارلیمنٹ کی چند کرسیوں کے عوض ہر اصول وضابطے پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس اسلامی جماعت کی قیادت کی کیا داد دیں جو ہندوؤں اور عیسائی کافروں کو اپنا ممبر بنا کے اسلام کا نفاذ کرنا چاہتی ہے؟ یہ الگ موضوع ہے کہ جو کافر کو اس کے کفر پر مبارکباد دے شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ لیکن یہاں اسلام والے کافروں کو کیک کاٹ کے کھلاتے ہیں کہ تمہیں تمہارا کفر مبارک ہو!!

☆ دوسری طرف **دیوبندی** بڑے زور وشور سے اپنے آپ کو عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ اور سید ین شہیدین کا وارث کہتے ہیں اور ہر جگہ "فک کل نظام" کی راگنی الاپتے ہیں۔ جبکہ کون نہیں

جانتا کہ طالبان کی امارتِ اسلامیہ کے سقوط کے بعد انہوں نے طالبان کے نام پر ووٹ لیے اور پھر طالبان سے لیکر مدارس کے طالبان و طالبات کو جس طریقے سے رسوا کیا اس تاریخ سے کون نا آشنا ہے! کیا دیوبند کی موجودہ قیادت شیخ الہند کی سچی وارث ہے اور انہیں کے منہج پر ہے!۔اسمبلیوں میں بیٹھ کر اسلام کو بدنام کرنے والے قائدین کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جمہوریت ایک کفریہ دین ہے جو مسلمان ملکوں پر سازش کے ساتھ مسلط کر دیا گیا ہے۔کیا انہیں کسی کی ناراضگی کا ڈر ہے کہ جس کی بنا پر وہ حق بات کہنے سے ڈرتے ہیں۔بقول شاعر......

یوں تو ہے شرم پیغمبر کی انہیں بھی لیکن ۔۔۔ دل میں ڈرتے ہیں کہ ناراض کہیں سام نہ ہو

پاکستان میں چلنے والی ختمِ نبوت تحریک کے دوران کیا کسی بھی عالم کو علم نہ تھا کہ منکرینِ نبوت کے خلاف ’’امیر المومنین سیدنا ابوبکر اصدیق رضی اللہ عنہ‘‘ کی سنت کیا ہے؟ تو پھر کس نے سنت کی راہ سے اس کفر کی راہ پر ڈالا؟ کہ علماء قادیانیوں سے قتال کی بجائے جمہوری بن کے طاغوتوں سے ان کے کفر کا مطالبہ کرتے رہے؟؟

☆ کٹھ پتلی نما جہادی تنظیمیں اور ان کی قیادت کیا کرتی رہی جب بغداد و کابل اور لال مسجد جل رہے تھے۔کیا کسی کو معلوم نہیں کہ ان سب تنظیموں کے چندے صرف انہیں مذکورہ بالا ناموں پر جمع ہوتے ہیں۔وہ جن کی قیادت اسلام آباد میں مدرسے بنا کر، لاہور میں قلعے بنا کر اور بہاولپور میں صوفیت کے محل بنا کر گوشہ نشین ہے جبکہ ان کے معصوم کارکنان جو صبح و شام چندہ جمع کرتے ہیں کیا کسی کو معلوم ہے کہ **وہ چندہ کس جہادی محاذ پر اسلحہ کی خریداری میں خرچ ہوتا ہے۔وہ جنہوں نے لال مسجد کی بہنوں کو امیدیں دلائیں تھیں کہ ہم تمہاری مدد کو پہنچیں گے وہ کس کے کہنے پر رک گئے۔ان کا جہاد ایجنسیوں کے لانچنگ پیڈ** کا کیوں محتاج ہے۔کیا کسی کو معلوم ہے کہ کس تنظیم کی قیادت کس ایجنسی کا افسر کر رہا ہے؟

کیا سابقہ **مرکز الدعوۃ** اور موجودہ **جماعت الدعوۃ** ’’**جمہوریت کفر ہے**‘‘ کا نعرہ بڑی شد و مد سے

نہیں لگاتی رہی۔ **اگر جمہوریت کفر ہے تو جمہوریت کے ساتھ چلنے والے کیا فرشتے ہیں؟** کیا کوئی سوچنے اور فکر کرنے زحمت گوارہ کرے گا یا پھر جعلی گرفتاریوں اور جعلی ڈراموں کے ساتھ ہی **بہارہ کہو میں ایجنسی ریسٹ ہاؤسوں میں** بیٹھ کر تماشے کیے جائیں گے اور امت کو کہا جائے گا کہ **بطلِ حریت ''قید''** میں ہے۔ کیا کوئی جہاد بھی کرے گا یا اسی طرح جہاد کے نام پر...... بقول شاعر

زندہ در گور کیا بھلا کس کی مروت نے　　کیا اب بھی نہیں سمجھے کون مدِ مقابل ہے!

جہاد کا درس دینے والے علماء خود ہی بتائیں کہ وہ جو نوجوانوں کو افغانستان جا کر افغان مرتد فوج اور امریکی کافروں کو قتل کرنے پر ابھارتے ہیں تو کس دینی قائدے کے تحت سرحد پار افغانی امریکیوں کا ساتھ دینے پر مرتد ٹھہرتا ہے اور سرحد کے دوسری طرف امریکی کا ساتھ دینے والا پاکستانی فوجی مسلمان رہتا ہے؟ **آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایجنسیوں کی یہ فقہ کب تک ہمیں پڑھاتے رہو گے اور اللہ کے دین کو چھپاؤ گے......؟**

الفصل الثالث

طاغوت کے ساتھ مذاکرات کی مثالیں اور دین کی بربادی میں اس کے آثار

موجودہ دور کی بڑی اسلامی تحاریک کے مطالعہ سے پتہ چلتا کہ وہ کیسے اپنے شروع دور ہی سے طاغوت کے ساتھ مذاکرات کی راہ پر چل پڑیں۔ جیسے اخوان المسلمون اپنے پہلے مرشد حسن البنا شہید سے لیکر اب تلک!!۔ بنّا شہید شاہ فاروق کو کافر نہ قرار دیتے تھے جو کہ غیر شریعتِ رب العلمین پر حکومت کر رہا تھا بلکہ اس کے برعکس بیس ہزار اخوان نے اس کافر بادشاہ کی بیعت کے لیے مظاہرہ کیا۔(مذكرات الدعوة والداعية الموئتمر العام الرابع۔طبع المكتب الاسلامی 1399,234-237)۔

پھر جب 1948 میں شاہ نے اخوان سے جیلوں کو بھرنا شروع کیا تو اس وقت بھی حسن البنا رحمہ اللہ نے مذاکرات کی بجائے ''رحم'' کی اپیل کی اور صحافی مصطفیٰ امین کی وساطت سے عیسائی وزیر اور شاہ کے ایجنٹ ثابت پاشا سے ملاقات کی اور وہاں البنا رحمہ اللہ نے کہا'' **کہ جماعت نے سیاست میں مشغول ہو کے انحراف کیا ہے اور جماعت شاہ کو یہ پیش کش کرتی ہے کہ وہ واپس ایک دینی ہیئت کی طرف لوٹ جائے گی جس کا سیاست سے کوئی تعلق نہ ہو اور یہ کہ وہ حکومت کی حمایت کرتی ہے اور کیمونزم کے خلاف ہے''**۔ لیکن جس بات کا بنا رحمہ اللہ نے ارادہ کیا وہ پوری نہ ہو سکی اور انجام کار سبھی کو معلوم ہے (جريدة مايو المصرية 1984/ 8/5 صفحہ 5)۔

اس کے بعد دوسرا طاغوت جمال عبد الناصر آ گیا تو اس نے اخوان کے قائدین میں سے عبد الرحمٰن السندی وغیرہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور جماعت کو آپس میں لڑوا دیا۔ پھر جب اس نے اخوان کو خوب استعمال کر لیا بعد اس کے کہ اخوان نے شروع میں اس کی تائید بھی کی۔ جب اخوان کی

ضرورت باقی نہ رہی تو اس نے ان کو ایسے عذاب سے دوچار کیا جس کا تصور بھی محال ہے۔(ملاحظہ کریں ذکریات لا مذکرات للتلمسانی صفحہ 277 اوراس کے بعد)

اخوان یونہی جیلوں میں سڑتے رہے یہاں تک مہلک طاغوت انور سادات آ گیا۔یہاں ایک اخوانی عبدالحلیم خفاجی اپنی کتاب میں کہتا ہے''عمر تلمسانی نے حکومتی کارندوں اور ہمارے درمیان عدم اعتماد کی اس فضاء کوختم کرنا چاہا تاکہ مفاہمت کا کوئی راستہ پیدا کیا جاسکے اوراس سیاہ باب کو بند کیا جاسکے۔انہوں نے حکومتی اراکین اقتدار سے دوبدو ملاقات کی اہمیت کی ایک یاداشت پیش کی تاکہ اس بربریت کے اسلوب کا خاتمہ ہو۔انہوں نے یہ کام عُذراً الی اللہ انجام دیا جب کہ انہیں بعض قلیل اخوان کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا''۔(عندما غابت الشمس طبع 1983 صفحہ 403)

پھر اخوان جیلوں سے رہا ہوئے اور یہاں تلمسانی کہتے ہیں''1973 میں سید سابق میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ سادات کا ایک وزیر سید احمد طعیمہ ان کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ سادات بعض اخوان المسلمون سے ملاقات کے لیے تیار ہے تاکہ وطن کی خدمت کے لیے دلوں کی کدورتوں کو ختم کیا جاسکے۔یہ سب کچھ سوویت ماہرین کے نکالے جانے سے قبل تھا تو میں نے اس پیش کش کو خوش آمدید کہا اور سید ھامرشدِ عام حسن الھضیبی کے پاس گیا جو اس وقت سکندریہ میں تھے اور انہیں سید سابق والے معاملہ کی خبر دی تو انہوں نے کہا کہ اس منصوبہ میں کوئی حرج نہیں اگر اس کے اصحاب کی نیتیں سچی ہوں اور انہوں نے مجھے ذمہ داری دی کہ مذاکرات جاری رکھوں۔ (ذکریات لا مذکرات صفحہ 113-114)

اسی طرح اے میرے مجاہد بھائی......مذاکرات...... پھر دستبرداری اور اصولوں پر سمجھوتہ ہوا......!!

① ''اخوان المسلمون نے کافر حکومت کو شرعی قرار دے دیا!''

ان کے مرشد ابوالنصر کہتے ہیں ﴿لا نضع ایدینا فی ایدی القائلین بتکفیر الحاکم ﴾ ہم اپنے ہاتھ حکام کی تکفیر کرنے والوں کے ہاتھ میں نہیں دیں گے۔

(جریدۃ النور 24/3/1407)

الشعراوی اور الغزالی نے 1-1-1989 کو اپنا قابلِ مذمت بیان جاری کیا کہ **وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مصر کے حکمران اللہ ﷻ کے کسی حکم کا انکار نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اسلام کے کسی اصول کے منکر ہیں**۔ جبکہ ہم اس بیان کی تردید کر چکے ہیں۔ دوسری طرف اخوان نے اس اعلان کا اعتراف کرتے ہوئے حکمرانوں کو صاحبِ ایمان قرار دیا۔ وہ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ انہوں نے 1987 میں مرتد حکمران کی بیعت کی تھی......!!!

② اخوان نے حکومتی دین کی شریعت کو بھی مان لیا

انہوں نے جمہوریت کے شرعی ہونے کا بھی اعتراف کر لیا جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے حقِ تشریع لیکر عوام کے حوالے کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ وہ کفر کی ''پارلیمنٹ'' نامی مجلس میں داخل ہو گئے وہ مجلس جو رب بن کے لوگوں کے لیے شریعت سازی کرتی ہے۔

ان کے مرشد ابوالنصر کہتے ہیں ﴿نریدھا دیمقراطیه شامله و کامله للجمیع ﴾ ہم سب کے لیے مکمل جمہوریت چاہتے ہیں (مجلۃ العالم 12//1982) اور کہا ﴿ان الانتخابات الوسیله المشروعیه للتغییر﴾ کہ انتخابات ہی تبدیلی کا واحد راستہ ہیں (مجلۃ لواء الاسلام 11/1409 صفحہ 5) یہی بات ان سے قبل عمر تلمسانی نے بھی کہی تھی۔ (مجلۃ الاعتصام 8/1407 صفحہ 25)۔

چونکہ دین وعقیدہ کی تفریق کیے بغیر جمہوریت تمام لوگوں کو رائے دہی کا حق دیتی ہے جیسے کہ مصری دستور کا آرٹیکل 40 اور 47 اس پر شاہد ہے۔ اس سے قبل ابولنصر نے کہا ''اسلامی حکومت کے اندر کیمونسٹ اور جدیدیت کی حامل جماعتوں کی موجودگی میں کوئی حرج نہیں۔ (جریدۃ

النور 24/3/1407)۔

ایسی صورت میں ارتداد کی وہ حد کہاں جائے گی جو ایک کیمونسٹ پر لگانا واجب ہے اور یہ کون سا اسلام ہے جس کے متعلق اخوان المسلون والے بات کررہے ہیں!!

③ اخوان مذاکرات کا لازمی نتیجہ جہاد کے انکار پر نکلا!!(انہوں نے جہاد کا نام عنف اور ارھاب یعنی دہشت گردی رکھا)

تلمسانی کہتے ہیں ''مسلح جدجہد غیر محکم لوگوں کا وسیلہ ہے'' (جریدة الجمهورية۔ 28/12/1981) اور انہوں نے کہا اخوان اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ وضعی قوانین کو اسلامی بنانے کا راستہ مسلح جدوجہد کا رستہ نہیں ہے۔(ذکریات لا مذکرات صفحہ 36)

حامد ابوالنصر کہتے ہیں ''ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اخوان نے حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد کا راستہ اختیار کیا ہو(جریدة النور، غرة ربیع الآخر 1407) اور وہ کہتے ہیں کہ ''ہم حکومت میں کبھی نہ آئیں گے مگر اس وقت تک جب تلک ہمیں انتخابات کے ذریعے اس کی دعوت نہیں ملتی''۔(جریدة النور 1407/ 24/3)۔

اخوان کا کارکن دھوکے میں مبتلا ہو کے یہ کہتا ہے کہ یہ سب باب ''تقیہ'' میں کہا گیا پھر وہ نہیں جانتا کہ یہ سب دین کے مستقل احکام کو تبدیل کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنا دین تبدیل کیا۔آپ ﷺ کا فرمان ہے﴿لتتبعن سنن من كان قبلكم﴾تم ضرور اپنے سے پہلوں کے طریق پر چلوگے(متفق علیہ)۔

④ ''ان مذاکرات کا نتیجہ یہ نکلا کہ اخوان کافر حکومت کے ایجنٹ ہو کر رہ گے''

جمہوریت اور حکومت کی شرعیت کو ماننے والے اور اس کے خلاف جہاد کا انکار کرنے والے...... یہاں تک کہ اخوان وہ پانچواں عنصر بن گئے جو دھوکہ دہی کیساتھ امتِ اسلامیہ کے جسد کو پھاڑ رہا ہے۔یہ سب ہماری طرف سے نہیں بلکہ یہ انہیں کا کلام ہے جیسے کہ مامون

الھضیبی نے کہا کہ ''جماعت کا وجود حکومتی مصلحتوں کا مظہر ہے کیونکہ حکومت دینی ماحول کو کنٹرول رکھنے کے لیے اکثر ہماری طرف رجوع کرتی ہے''(جریدۃ الشرق الاوسط 11/5 1987ء)۔

اسی طرح تلمسانی نے کہا کہ میں داخلہ کے اداروں سے مستقل رابطہ میں رہتا ہوں تا کہ امن و امان برقرار رہے یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کا مجھ پر فضل تھا کہ میں جس بھی کام میں داخل ہوا وہاں موافقت کی راہ کو پالیا اور اس ضمن میں وزارتِ داخلہ کے مسئولین میرے بہت شکرگذار تھے۔ میں نے ہمیشہ اعصاب کے کنٹرول کرنے کی دعوت دی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ ایک قیدی مجھ سے کہنے لگا کہ ''میں نے نوجوانوں کے اعصاب وجذبات کو جامد کر دیا اور انہیں فریج میں رکھ چھوڑا ہے''(ذکریات لا مذکرات طبع 1985 صفحہ 176-175)۔

یہ کون سا امن تھا جس کی بحالی ویقین دہانی میں تلمسانی تعاون کا ہاتھ بڑھا رہے تھے۔ کیا یہ وہ امن تھا جو مسلمانوں کے خون کو حلال جانتا اور ان کے جسم کو پھاڑتا ہے۔ کیا یہ اس امن کیلئے تھا جو مسلمان عورتوں کو قیدی بناتا ہے اور ان کی عزتوں کو تار تار کرتا ہے (تنظیم العفو الدولیه نے اپنی رپورٹوں میں لکھا کہ مصری جیلوں میں ستر کے قریب عورتوں کی حرمت کو پامال کیا گیا تا کہ بھاگے ہوئے افراد کو خود حوالگی اور دوسروں کو اعتراف پر مجبور کیا جا سکے)۔ یا وہ امن جو مسلمان مردوں کی دبر ڈنڈے داخل کرتا ہے!! کیا اس امن کی حفاظت کے لیے جو مسلمانوں پر کتوں کو فحش کاموں کی تربیت دیتا ہے!!۔

اے میرے مجاہد بھائی حیران نہ ہو یہ سب کچھ فرعونِ مصر کی جیلوں میں اس کے فرعونی فوجیوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ پھر سب سے پہلے یہ فعل جن کے ساتھ کیا گیا وہ خود اخوان المسلمون ہیں جس کا اعتراف خود انہوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ یہ ہے اے اللہ کے بندے مذاکرات، دستبرداریوں اور تنازلات کا نتیجہ!!!

جو کچھ اخوان کے ساتھ ہوا آج وہی کچھ عسکریت پسندی کے بہانے بعض قیدی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ پھر جب وہی قیدی دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں اور خیانت کرتے ہوئے حکومت سے محبت کا اعلان کرتے ہیں۔ جیسے کہ پچھلے دنوں مصری اخبارات میں ہم نے یہ خبر پڑھی ''کہ چار عسکریت پسند قیدیوں نے اپنے افسوس وندامت کا اظہار کرتے ہوئے انتہا پسندی کو ترک کر دیا ہے اور یہ چار قیدی ہیں حسن السحیمی ،محمد یاسر، السعید وہانی، الغزنوائی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نوجوانوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے جیسی غلطی نہ دہرائیں اور اسلامی بنیاد پرستی سے بچیں۔ انہوں نے کہا کہ نوجوان فقہا و علماء سے مشورہ کریں اور کسی بھی بنیاد پرست تحریک کو اختیار نہ کریں۔ السحیمی نے کہا کہ وہ حاکم جو تعالیمِ اسلام کے مطابق شعائر دینیہ جیسے روزہ نماز کو ادا کرتا ہے وہ جرم کا ہدف نہیں ہوسکتا!!''

یہ جو کچھ مصر میں ہوا وہی کچھ دوسرے مسلم مما لک میں ہو رہا ہے۔ یہی راستہ تیونس میں حرکۃ الاتجھاہ الاسلامی نے اختیار کیا جب انہوں نے تیونس کے کافر نظام کو شریعت کا جامہ پہنایا اور انہیں اس دھوکے میں مبتلا کیا کہ اسلام پسندوں کے خلاف عداوت ایسے تھی جیسے کسی معین شخص کے ساتھ عداوت مثلاً! بورقیبہ نہ کہ اس سے مراد پورے کافر نظام کی دشمنی ہے!!

مجلۃ المختار الاسلامی نے لکھا...... ''مجلّہ کو اچانک یہ خوش کن خبر ملی جس کا حرکت کے کارکنان پر بہت اچھا اثر ہوا کہ الشیخ الجلیل داعیة الاسلام استاد فاضل راشدالغنوشی قائد حرکة الاتجاه الاسلامیة، تیونس کو عید الفطر کی رات رہا کر دیا گیا ہے تو عید دو عیدوں میں بدل گئی اور خوشیاں دوگنی ہوگئیں۔ یہ تبدیلی شیخ عبدالفتاح مورو امین العام للحرکة کا خط نشر ہونے کے بعد رونما ہوئی جس میں انہوں نے تین نقاط پر زور دیا ہے......

① ۔ یہ کہ حرکۃ الاتجاہ الاسلامی اپنے سیاسی سلوک میں مسلح جد جہد کو مکمل طور خارج کرتی ہے اور وہ سیاسی میدان میں دستور کی روشنی میں ہی جد جہد کرنا چاہتی ہے اور سیاست میں حصہ وہ دستور

وقانون کے مطابق ہی لے گی۔

② ۔ یہ کہ حرکۃ الاتجاہ الاسلامی یہ سمجھتی ہے کہ اس کا حکومت کے سابقہ رئیس کی اسلام دشمنی کے سبب اس کیساتھ جو جھگڑا تھا وہ اس کے جانے کے ساتھ ہی ختم ہو چکا ہے اور یہ کہ تحریک کے موجودہ حکومتی رئیس ابن علی کیساتھ نومبر کے معاہدے کے مطابق ملکی اقتصادی مشکلات کے حل کے ضمن میں کوئی تحفظات نہیں ہیں۔

③ ۔حرکۃ یہ دعویٰ بالکل نہیں کرتی کہ وہی اسلام کی واحد نمائندہ ہے اور نہ ہی حرکۃ یہ چاہتی ہے کہ اس کی طرف ایسا کوئی لقب منسوب کیا جائے۔ کیونکہ حرکۃ یہ سمجھتی ہے کہ اسلام تمام اہلِ تیونس کا مذہب ہے اور یہ امر اس راہ میں مانع نہیں کہ اسلامی سیاسی وثقافتی میدانوں میں قوم ہی بنیادی حاکم بن جائے جیسے کہ بعض عرب ممالک میں ہو رہا ہے۔

رئیس ابن علی نے وہ خط پڑھا جو اسے ایک اہم وزارتی حکومتی شخصیت کے ہاتھوں بھجوایا گیا تھا اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ الغنوشی کے ساتھ مذاکرات کی راہ ہموار ہوگئی ہے لیکن شیخ موصوف نے جیل کے اندر رہ کر ایسے کسی بھی مذاکرات سے انکار کر دیا۔ کیونکہ جیل کے اندر حرکۃ کے داخلی وخارجی عناصرین کو ان مذاکرات میں شامل کرنا ممکن نہ تھا۔اس لیے رئیس ابن علی نے سید راشد الغنوشی کو رہا کر دیا اور توقع کی جاتی ہے کہ وفود اور رئیس کے درمیان مذاکرات کے لیے جلد بلا واسطہ ملاقات ہوگی (مجلۃ المختار الاسلامی 11/1408 صفحہ 90)

پاکستان میں کٹھ پتلی جہادی تنظیمیں چاہے **امریکہ کو کس قدر ہی مطلوب ہوں** ان کے خلاف کوئی اقدام نہیں اٹھایا جاتا جب تلک وہ اپنے آقاؤں کے اشاروں پر چلتی رہیں اور جونہی وہ کسی ڈور کو کاٹنا چاہیں انہیں کاٹ دیا جاتا ہے جیسے کہ اس کی مثال ہے سپاہِ صحابہ کی قیادت۔اسی لیے موجودہ دور میں اہلِ حق کا ساتھ دینے والے سچے مجاہدین ایجنسیوں کی جیلوں میں تعذیب کا نشانہ بن رہے۔ جہاں بوڑھے، بچے اور مسلمان عورتیں تک خفیہ جیل تعذیب کا شکار ہیں۔ یہ عمل

پچھلی نصف سے زائد دھائی سے جاری ہے تا کہ اہلِ حق کو سیدھی راہ سے منحرف کر دیا جائے، انہیں سودے بازی پر مجبور کیا جائے اور حق کے نظریات کو نئے معنی دیدے جائیں۔ کیا کسی کو معلوم ہے کہ ایک مسلمان ملک کی خفیہ جیلوں اہلِ حق پر کیا بیت رہی ہے!

؎ آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے　　　کیا پھر کسی کو کسی کا امتحاں مقصود ہے

اے میرے مجاہد بھائی تو نے دیکھ لیا یہ ایک ہی قصہ ہے...... حکومت کی شریعت کا اعتراف اور جہاد کا انکار یعنی ''عنف'' یا مسلح جد جہد!!...... یہ سب مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے کیا گیا تا کہ مسلمانوں کی ذلت وپستی کو مزید گہرا کیا جا سکے اور ان پر ان کافر نظاموں کو مسلط کیا جا سکے جنہوں نے اسلامی قیادتوں کو اپنے چنگل میں پھانس لیا ہے۔

تاریخ الاسلامی کے مصنف استاد محمود شاکر کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں جبکہ اسلامی قیادتوں اور اسلامی تنظیموں کی بہت شدید ضرورت تھی دشمن انہیں اپنے چنگل میں پھانسنے اور صراطِ مستقیم سے منحرف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر طاغوتوں نے اس کا خوب اعلان بھی کیا تا کہ قیادتیں اور انکی تنظیمیں گر جائیں اور ان کے وہ نظریات تباہ ہو جائیں جن کا وہ پرچار کرتی ہیں۔ عرب ممالک میں ظاہری طور پر یہ سب نظریات زمین پر نظر آتے ہیں اور ساتھ وہ علماء بھی موجود ہیں جو اسلام پسند نوجوانوں کی عقلوں پر پردے ڈال رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حکومتوں کے تنخواہ دار ایسے علماء اسلامی ممالک میں نہ صرف مرتد الحادی حکومتوں کے لیے حیلے تراشتے ہیں۔

بلکہ نوجوانوں کو ان کے ساتھ منسلک ہونے کی ترغیب دیتے اور ان مرتد نظاموں کا دفاع کرتے ہیں۔ یہ سب ان کے اس نظام کے ساتھ منسلک ہونے اور ان ملحد مرتد نظاموں کے لیے عمل ومصالح کے سبب ہی ہے۔ لیکن صرف اسی پر بس نہیں اس پر بھی وہ ڈھٹائی کے ساتھ ان نظاموں کی شرعیت وشمولیت کے فتوے داغتے ہیں۔ بعض ایسے لوگ جن پر لوگوں کا اعتبار ہے وہ ایسے معاملات پر شرعی نصوص کو اس کے غیر مخصوص مقام پر وارد کرتے ہیں تا کہ وہ اپنے مزعومہ دلائل

کے ساتھ نوجوانوں کو دجل وفریب میں مبتلا کردیں۔ یہ سب کچھ چاہے دشمن کی طرف سے ہو یا نام نہاد علماء کی طرف سے صرف اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ تنظیموں اور داعی حضرات کے پردے میں یہ ڈرامہ چلتا رہے اور دشمن کے لیے میدان صاف ہوجائے۔ پھر اپنے شکار کو پھانس کر دوسری راہ ڈال دینا ہی دشمن کا ہدف نہیں بلکہ یہ تو صرف مرتدین کا وسیلہء محض ہے تاکہ آئندہ نئی جماعتوں کو وجود میں لایا جائے اور عقائد کو تباہ اور اہلِ عقیدہ کو رسوا کیا جاسکے۔

(التاریخ الاسلامی طبع المکتب الاسلامی 1407 ہجری 706/9)

یہ ہیں اے میرے مجاہد بھائی مذاکرات ومباحثات کے آثار۔ قیادت کے گروہ کو چند آزادیوں کے عوض جیلوں سے رہا کیا جاتا ہے اور اس کے بدلے اسلام کو طاغوت کے ہاتھ بیچ دیا جاتا ہے۔ پھر فتنہ کا شکار یہی قیادتیں حق کو باطل اور باطل کو حق کے ساتھ ملا دیتی ہیں اور لوگوں سے کہتی ہیں کہ یہ اسلامی حکومتیں ہیں اور جمہوریت شریعت کے عین مطابق ہے، تبدیلی کا یہی واحد راستہ ہے اور یہ کہ اسلام مسلح جدوجہد کا مخالف ہے......جبکہ یہ کھلی گمراہی ہے!!

ہم یہاں محترم قائد مولانا فضل اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے مجاہدین سے چند سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا **اس ساری تحریک کا مقصد کچھ ''پروسیجرل Procedural'' تبدیلیاں کرنا تھا۔ اس سب کے لیے اس قدر خون دیا گیا ہے؟** ۔ ساری شہادتیں کیا اس لیے ہوئی ہیں کہ نظام وہی کفر کا رہے، وہی زانی وشرابی ہمارے اوپر حکومت کریں؟ وہی امریکہ کیا یجنٹ دولت کے پجاری، اقتدار کے رسیا ہمارے لیے قانون سازیاں کریں گے؟ قرآن وسنت ملک کا سب سے اعلیٰ قانون قرار نہ پائے بلکہ یہی کندہ ناتراش ہوں جو اسمبلیوں میں بیٹھ کر بعض چیزوں کو قبول کرلیں اور بعض کو رد کردیں۔! کیا اسلامی نظام کا مطلب صرف شرعی عدالتوں کا قیام ہے؟...... **اے اہل جہاد خبردار ہماری لڑائی دین کے قیام کے لیے ہے، صالح قیادت کے لیے ہے، خلافت کے نظام کے لیے ہے۔ لوگ اگر جلد بازی میں جنگ وجدل سے گھبرا گئے ہیں تو اس کا مطلب ہرگز**

نہیں کہ لڑائی بند ہو جائے گی۔ اس لیے کہ اعتبار لوگوں کے گھبرا جانے کا نہیں بلکہ اعتبار ہدف کا ہے اور اس کے حصول تک یہ لڑائی جاری رہے گی جیسے کہ صادق المصدوق ﷺ نے فرمایا کہ طائفہ منصورہ "حتیٰ یاتی امر اللہ و ھم علیٰ ذالک " یہاں تک کہ قیامت قائم ہو وہ اس دین پر قتال کرتے ہی رہیں گے۔ پس یہ کیسے ہوگا کہ بعض حصہ اسلام کا چلے اور بعض حصہ کفر کا چلے۔ ﴿وللہ المثل الاعلیٰ﴾ اللہ کے لیے بلند تر مثال ہے، ایک پاک ترین سماوی نظام ہے اور دوسرا پلید ترین شیطانی نظام !!۔

دینی حقائق کو چھپانے کے متعلق استاد سید قطب شہیدؒ کہتے ہیں "تاریخ کے اس دور میں دین کو لاحق سب سے زیادہ خطرہ "حقائق سے پردہ پوشی ہے" اور یہ سب سے خطرناک اسلحہ ہے جس کے ساتھ دشمن اسلام کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اسلام کے یہ دشمن اس کی ہر وضع اور ہر اسلام پسند شخص کے خاتمہ پر حریص ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ مشرک ہیں اور دینِ حق پر نہیں ہیں اور یہی دراصل اللہ کے علاوہ اربابا من دون اللہ بنائے ہوئے ہیں۔ پس جب اسلام کے دشمن اس کا ہر سطح پر مقابلہ چاہتے ہیں تو پھر دین کا دفاع کرنے والوں پر واجب ہے کہ وہ ان دھوکہ بازوں کے گروہ کو چھوڑ دیں اور ان کے نیچے چھپے کفر و شرک کو اور اللہ جل جلالہ کے علاوہ ارباب کو ننگا کریں ﴿وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین﴾ "اور نہیں حکم دیے گئے وہ مگر صرف اس کا کہ خالص اللہ ہی لیے عبادت کریں۔" (فی ظلال القرآن 1643/3)۔

طاغوت کے ساتھ مذاکرات کی مثالیں، اسلام اور اس کے مستقبل پر اس کے تباہ کن اثرات بیان کرنے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ مصر، تیونس و پاکستان اور تمام مسلمان ممالک میں کافر حکومتیں ماسوائے جہادی گروہ کے اپنے تمام مخالفین سے شریعت منوانے میں کامیاب ہو چکی ہیں۔ صرف ایک حکومتوں کے مخالف جہادی گروہ ہی ہیں جو ان کافر و مرتد حکومتوں کو شرعی نہیں مانتے۔

قید و بند، قتل وقتال، حرمتوں کی پامالی، معاشی محاصرے سمیت اپنے تمام ممکنہ وسائل کے ساتھ یہ کافر و مرتد حکومتیں جہادی گروہوں کے خلاف مورچہ زن ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رائے کے اظہار کے وہ تمام گوشے جن میں غلیظ پگڑیوں والے...... ہم نہیں کہتے کہ علماء...... شیخ الازہر سے لیکر مسجدوں کے مولویوں تک اپنی زبانوں کو بندوقیں بنائے ہوئے ہیں۔ **جنہیں ٹی وی سکرینوں نے "شیخ الاسلام" بنادیا جبکہ وہ پرلے درجے کے لعین بدعتی ہیں۔ ٹی وی سکرینوں پر ایسے آتے ہیں گویا وہی اسلام کے سچے نمائندے ہیں جبکہ اسلام ان سے بری ہے!!**

خبر دار! جہادی راہ میں یہ سب مکر و حیلے کامیاب نہ ہوں گے!! اور حکومت کے سامنے صرف یہی رستہ رہ جائے گا کہ وہ مذاکرات کی سیاست کرے اور مکر و دھوکہ کیساتھ تو کبھی دہشت زدہ کر کے اس قیادت کو اپنے چنگل میں پھانس لے!۔ تو کیا حکومت اس میں کامیاب ہوگی اور کیا بعض جہادی قیادتیں گر جائیں گی جیسے اس سے قبل گر گئیں؟۔

رسوائیت پسندی سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے جس سے ہم کبھی منحرف نہ ہوں۔ آمین۔

الفصل الرابع

طاغوت کے ساتھ مذاکرات سے مسلمانوں کو تنبیہ!

تیسری فصل میں ہم نے طاغوت کے ساتھ مذاکرات کی بعض جہتوں کو بیان کیا ہے جہاں اسلام کے نام پر بعض گروہوں نے طاغوت کے ساتھ مذاکرات کیے اور اس کا نتیجہ دین کی تباہی اور کفری نظاموں کیساتھ طاغوت کی شرعیت پر نکلا۔ اس فصل میں مسلمانوں کو طاغوت کے ساتھ مذاکرات کی تنبیہ کے باب میں ہم چند مسائل ذکر کریں گے تا کہ وہ اس ''ہاویہ'' میں گرنے سے بچ جائیں۔ یہ مسائل ہیں......

☆ طاغوت سے برأت اور اس کی دشمنی توحید کا رکن ہے۔

☆ مرتدین کے ساتھ عدمِ امن۔

☆ قیدی کی ولایت کا باطل ہونا۔

☆ اندھی تقلید سے تنبیہ۔

☆ طاغوت سے برأت اور اس سے دشمنی توحید کا رکن ہے!!

یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ کسی آدمی کا ایمان صحیح نہیں ہوسکتا جب تک ایمان باللہ کے ساتھ کفر بالطاغوت نہ ہو۔ تو جو کوئی اللہ پر ایمان لائے گا اور طاغوت کا انکار نہ کرے گا اس کا ایمان صحیح نہ ہوگا۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کے سبب ہے ﴿فمن یکفر بالطاغوت ویوء من باللہ فقد استمسك بالعروۃ الوثقی﴾ ''پس جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے ایمان کے مضبوط ترین کڑے کو تھام لیا۔ (البقرۃ 256)

یعنی الکفر بالطاغوت...... یہ شق نفی کی اور......الایمان باللہ یہ شقِ اثبات ہے اور یہی کلمہ لا

اله الا الله محمد رسول الله ہے یعنی نفی واثبات!

کفر بالطاغوت کا حکم صریحاً قرآن میں بھی وارد ہوا ہے ﴿یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا به﴾ ''وہ **طاغوت سے فیصلہ کروانا چاہتے ہیں** جبکہ انہیں اس سے کفر کا حکم دیا گیا ہے''۔(النساء 60) **یہاں ''طاغوت'' میں تمام مرتد حکمران اوران کے کفریہ نظام شامل ہیں**۔لہذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ان کا انکار کرے اور برأت کا اظہار کرے نہ کہ مذکرات کرتا پھرے اوران کی شریعت کا اعتراف کرے جو توحید کے منافی ہے۔

ہم اللہ کی توفیق وقوت کے ساتھ ان طاغوتوں سے کفر و برأت کا اعلان کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ایمان کے اس مضبوط کڑے کو تھام لیں جو دراصل ملتِ ابراہیم اور تمام انبیاء کا دین ہے۔جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابراهیم والذین معه اذ قالو لقومهم انا برء آو منکم ومما تعبدون من دون کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوة والبغضاء ابدا حتیٰ تومنوا بالله وحده﴾ ''یقیناً تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے ابراہیم علیہ السلام اوران لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم تم سے اوران سے بری ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ہم تم سے منکر ہوئے ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے حتیٰ کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ''۔(الممتحنہ 4)

شیخ حمد بن عتیق النجدی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہاں ایک بہت ہی دقیق نقطہ ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول میں ﴿انا براء و منکم ومما تعبدون من دون الله﴾ اور وہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والے مشرکین کی برات کو پوجے جانے والے بتوں کی برأت پر مقدم رکھا ہے کیونکہ پہلا دوسرے سے اہم ہے۔کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بتوں سے برات تو ہوتی ہے لیکن اس کے مقابل بتوں کے پجاریوں سے برأت نہیں کی جاتی۔تو ایسی صورت میں پھر نہیں کہا جائے گا

کہ کسی نے واجب کو ادا کر دیا۔ پس مشرکین کی برأت کا ضروری نتیجہ ہی یہ نکلے گا کہ ان کے معبودانِ باطلہ سے بھی برأت ہوگی۔ جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے ﴿واعتزلکم وما تدعون من دون الله وادعوا ربی عسیٰ ان لا اکون بدعاء ربی شقیا﴾ ''میں تم سے اور اللہ کے علاوہ تمہارے معبودوں سے الگ ہو جاؤں گا اور اپنے رب کو پکاروں گا اور قریب ہے کہ اس کو پکار کے میں نامراد نہ لوٹوں گا''۔ پس اللہ نے مشرکین سے علیحدگی کو ان کے معبودوں سے علیحدگی قرار دیا۔ اسی طرح اللہ ﷻ فرماتے ہیں ﴿فلما اعتزلهم وما یعبدون من دون الله﴾ پس جب وہ ان سے علیحدہ ہوگیا اور ان سے بھی جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے اور اسی طرح اللہ ﷻ کا فرمان ﴿واعتزلتموهم وما یعبدون الا الله﴾ ''اور جب تم ان سے اور جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے، علیحدہ ہو گئے''۔ پس ان آیات میں تدبر کرو تو یہ تمہارے لیے اللہ ﷻ کے دشمنوں کے خلاف دشمنی کی راہیں کھول دیں گی۔ کتنے ہی انسان ایسے ہیں کہ ان سے شرک تو سرزد نہیں ہوتا لیکن وہ اہلِ شرک سے دشمنی نہیں رکھتے۔ ایسا شخص کیسے مومن ہو سکتا ہے جبکہ وہ تمام انبیا کے دین کو ترک کیے ہوئے ہے۔ پھر آیت کے اگلے حصہ میں اللہ فرماتے ہیں ﴿کفرنا بکم وبدأ بیننا وبینکم العداوة والبغضاء ابدا حتیٰ تومنوا بالله وحده﴾ پس اللہ کا فرمان ﴿بدأ﴾ اس دشمنی کے باب میں ظاہر و حتمی ہے اور اس کے ساتھ دشمنی کو بغض پر مقدم رکھنے پر بھی غور کرو کیونکہ پہلا دوسرے سے اہم ہے۔ کیونکہ کتنی دفعہ ایسا ہوتا کہ انسان مشرکین سے بغض رکھتا ہے لیکن ان سے دشمنی نہیں کرتا۔ اس لیے وہ واجب کا ادا کرنے والا نہیں کہلا سکتا جب تک دشمنی و بغض کا اظہار نہ کرے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ دشمنی و بغض ظاہر و واضح ہوں۔ **یہ بات جان لو کہ بغض کا اگرچہ تعلق دل کے ساتھ ہے لیکن وہ نفع نہیں دیتا جب تک اس کے آثار ظاہر نہ ہوں اور اس کی علامتیں واضح نہ ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے دشمن کے ساتھ قطع تعلقی بھی ہو تب ہی کہیں عداوت و بغض ظاہر ہوں گے۔** لیکن جب دوستی اور

تعلق ظاہر ہو تو یہ عدم بغض پر دلالت کرتا ہے۔پس اس مقام پر غور کرو یہ بہت سے شبہات کو رفع کر دے گا''(مجموعۃ التوحید طبع دار الفکر صفحہ 378-376)۔

یہ ہے اے میرے مجاہد بھائی ملتِ ابراہیم علیہ السلام......اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں ﴿ثم او حینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین﴾ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کیجیے جو کہ حنیف تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (النحل 52)۔

پس ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی اتباع واجب کرتی ہے کہ......

☆مرتد کافر حکمرانوں اور ان کے اعوان سے برأت کی جائے۔

☆ان وضعی قوانین سے برأت جس میں ان کی کفریہ اشتراکیت، جمہوریت وغیرہ شامل ہیں۔

☆ان کے خلاف دشمنی کا اظہار......اور یہ ان کے کفر کو واضح کرنے، لوگوں کے سامنے ان کے کفریہ دین کو ننگا کرنے اور ان کی دشمنی پر ابھارنے اور ان کے خلاف قتال کرنے سے ہو گا تا کہ دین سارا اللہ کا ہو جائے!!

اے میرے مجاہد بھائی ...... طاغوت کے ساتھ پھر مذاکرات اور تعاون کے یہ پل کیسے؟؟اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے مذاکرات توحید کے منافی ہیں۔

☆مرتدین کے ساتھ عدمِ امن!

بعض لوگ یہ کوشش کرتے ہیں کہ امن کے نام پر طاغوت کے ساتھ مذاکرات و مباحثہ کا مسئلہ چلتا رہے اور یہ کہ اسلام کی مصلحت کے لیے یہ جائز ہے۔جب کہ یہ ایک فقہی مغالطہ ہے۔پس فقہاء نے کفار کی تقسیم کی ہے جن کے ساتھ امن و صلح کی جا سکتی ہے۔

کافر یا تو اصلی کافر ہیں یعنی وہ جو پہلے سے مسلمان نہ تھے جیسے اہل، کتاب اور بت پرست وغیرہ اور دوسرے مرتدین ہیں۔ یہ وہ کافر ہیں جو پہلے اسلام پر تھے!۔وہ حکام جن کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ اس دوسری قسم میں سے ہیں، مرتدین اور کافر اصلی کے برخلاف مرتد سے کوئی صلح

نہیں۔

الماوردی رحمہ اللہ کہتے ”دارِارتداداوردارالحرب میں فرق چار وجوہ سے ہے۔ایک یہ کہ مرتدین کو ان کے گھروں میں امن نہیں دیا جاسکتا جب اہلِ حرب کے ساتھ امن ہوسکتا ہے۔دوسرا یہ کہ مرتدین کے ساتھ ان کے ارتداد پر صلح نہیں ہوسکتی اور وہ اس کا اقرار بھی کرتے ہوں جب کہ اہل حرب کے ساتھ صلح ہوسکتی ہے(الاحکام السلطانیہ صفحہ 57)اور قاضی ابویعلیٰ کا بھی ایسا ہی کلام ہے(صفحہ 53)۔

اے میرے مجاہد بھائی اس کا سبب یہ ہے کہ مرتد اپنے اسلام لانے کے بعد کافر ہوا ہے۔وہ تو بصیرت وعلم سے کافر ہوا اسی لیے اس کا جرم کافر اصلی سے بڑا ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا﴿وكفر الردة أغلظ بالاجماع من كفر الاصلى﴾ارتداد کا کفر بالاجماع اصلی کفر سے بڑا ہے(مجموع الفتاویٰ 478/28)۔اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ”سنت یہی ہے کہ مرتد کی سزا متعدد وجوہ کی بنا پر اصلی کافر سے بہت سخت ہے۔جن میں سے یہ ہے کہ

① مرتد کو ہر حال میں قتل ہی کیا جاتا ہے اور اس پر جزیہ نہیں لگایا جاتا۔

② اور اس کا کوئی ذمہ منعقد نہیں ہوتا بخلاف اصلی کافر کے۔

③ **مرتد اگرچہ عاجز بھی ہو تو بھی قتل کیا جاتا ہے** بخلاف اصلی کافر کے جو اہل قتال میں شمار نہ ہوگا کیونکہ وہ اکثر ائمہ جیسے ابوحنیفہ، مالک اور احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک قتل نہ کیا جائے گا۔اس لیے جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا جیسا کہ مالک شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔

۴۔ **مرتد کے ساتھ وراثت، نکاح کرنا اور اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں** بخلاف اصلی کافر کے۔اس کے علاوہ اس جیسے احکام ہیں جو اس کی سزا کو بڑھاتے ہیں۔(مجموع الفتاویٰ 534/28)۔

اوپر مذکور دلائل کے بعد اے مجاہد بھائی یہ واضح ہوگیا کہ مرتد حکمران کے ساتھ صلح وامن شرعاً جائز نہیں۔پس جو ان کے خلاف قتال پر قادر ہے وہ لڑے اور جو عاجز ہے وہ اس کی تیاری کرے۔

اللہ ﷻ فرماتے ہیں ﴿واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ﴾ ''اور جہاں تک تمہارا بس چلے قوت جمع رکھو''۔(الانفال 60) ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں'' جیسے جہاد سے عجز کے وقت بندھے ہوئے گھوڑوں اور قوت کے ذریعے تیاری ضروری ہے پس کوئی واجب جس چیز کے ساتھ ادا ہو وہ بھی واجب کا درجہ رکھتی ہے۔ (مجموع الفتاویٰ 259/28)

☆قیدی کی ولایت باطل ہے!

اے مجاہد بھائی تو نے تیسری فصل میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ مذاکرات شروع ہوئے اور اسلامی لوگ جیل میں تھے۔ طاغوت کی جیل میں اور قیدی کی ولایت شرعا باطل ہوتی ہے۔یعنی اللہ کی شریعت میں اسکی اسلامی عمل اور نہ ہی اسلام کے لیے عمل کرنے والوں پر کوئی ولایت ہے۔ کیونکہ قیدی ساقط الولایۃ ہے تو پھر کیسے وہ مذاکرات کرسکتا ہے کسی ایسی صورت میں جب مذاکرات جائز ہوں۔اسی طرح وہ اپنے متبعین پر سمع وطاعت کا حق بھی نہیں رکھتا تو پھر کیسے وہ مذاکرات کریگا جبکہ وہ غالب دشمن کی قید میں ہے جو اسے تعذیب دیتا ہے اور اس کی حرمت کو جیسے چاہتا ہے پامال کرتا ہے۔اس کا نام تو قیدی کی رہائی کے لیے دشمن کی شرائط ہیں نہ کہ مذاکرات!!

اے میرے مجاہد بھائی یہ بات جان لے کہ اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایسا قیدی جو اپنی رہائی سے مایوس ہوگیا ہو اس کی ولایت جائز نہیں کیونکہ اس کے تصرفات ''قہر'' کے تحت ناقص ہیں!

قاضی ابویعلیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی قاہر دشمن کی قید میں چلا جائے اور اس کا چھڑایا جانا ممکن نہ ہو تو اسے امامت سے عاجز تصور کیا جائے گا کیونکہ وہ ایسی حالت میں مسلمانوں کے امور میں تصرف نہیں کرسکتا، چاہے دشمن مسلمان باغی ہو یا کافر ہو اور امت کو اس کے علاوہ کسی قدرت والے پر وسیع اختیار ہے۔اسی طرح قاضی ابویعلی کہتے ہیں اگر وہ امامت منعقد ہونے کے بعد

قید ہوجائے تو امت پر اسے چھڑوانا واجب ہے کیونکہ امامت اس کی نصرت کو واجب ٹھہراتی ہے اور اگر اس کے چھوٹنے کی امید ہو قتال یا فدیہ کے ذریعہ سے تو وہ اپنی امامت پر قائم تصور ہوگا۔ لیکن اگر اس امر میں مایوسی ہو تو دیکھا جائے گا کہ کس نے اسے قید کیا۔ اگر قید کرنے والے مشرکین ہیں تو وہ امامت سے نکل جائیگا اور اس کی جگہ دوسرے کا انتخاب کیا جائے گا۔ (الاحکام السلطانیہ لابی یعلی صفحہ 22) اور الماوردی کا بھی ایسا ہی کلام ہے (صفحہ 20)

اور جیسے اسیر کی ولایت باطل ہوجاتی ہے اسی طرح دوسرے کے ساتھ اس کا معاہدہ بھی باطل ہے جبکہ کہ ایسا معاہدہ اس نے رہائی سے مایوسی کے بعد کیا ہو۔ قاضی ابویعلی کہتے ہیں اگر امامت کے انعقاد کے بعد قید میں اس نے معاہدہ کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کی رہائی میں ناامیدی ہو تو اس کا عہد جائز نہ ہوگا کیونکہ اس نے یہ معاہدہ امامت سے نکل جانے کے بعد کیا ہے اور رہائی سے ناامیدی سے قبل یہ معاہدہ کیا ہو تو یہ صحیح تصور ہوگا کیونکہ اس کی امامت باقی ہے'' (الاحکام السلطانیہ لابی یعلی صفحہ 22) اور الماوردیؒ کا بھی ایسا ہی کلام ہے (صفحہ 20)۔

اوپر مذکور دلائل سے اے میرے مجاہد بھائی تجھ پر یہ آشکار ہو گیا ہوگا کہ مرتدین کے ساتھ صلح جائز نہیں اور وہ قیدی جو طاغوتوں کے ساتھ قید کی حالت میں معاہدے کرتے ہیں ان کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی تحریک کے دوسرے ارکان پر شرعاً ان کی کوئی ولایت ہے۔ **یہاں غور کیجیے کہ کس طرح نفاذِ شریعتِ محمدی کے قیدی امیر سے اندرونِ خانہ ساز باز کر کے معاہدہ رچایا گیا اور پھر اسے رہا کر کے ایک نئی گیم کو شروع کیا گیا۔ تو کیا قید میں موصوف محترم تحریک کے ساتھ ولایت رکھتے تھے اور ان کے کیے گئے ایسے کسی معاہدے کا کیا اعتبار ہے۔**

☆اندھی تقلید سے تنبیہ!

بغیر دلیل کے آباء واجداد کی تقلید یا دلیل شرعی کے خلاف تقلید شروع سے آخر تک کافروں کے کفر اور گمراہوں کی گمراہی کا سبب ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ

قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ آبائنا اولو کان الشیطان یدعوھم الی عذاب السعیر ﴾ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء اجداد کو پایا اگرچہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔(لقمان 21)

اس تقلید کا سبب ہے بڑوں کے لیے تعصب،ان کی تعظیم اور ان سے خطاء کے واقع نہ ہونے کا تصور!!۔اس موضوع کے بیان کرنے کا ہمارا مقصد مسلمانوں کو بعض قیادتوں کی اتباع سے متنبہ کرنا ہے جو کہ طاغوت کی رضاء کے حصول میں دین کی سیدھی راہ سے منحرف ہو چکی ہیں۔اس لیے ہر مسلمان پر واجب کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کو لوگوں کی ولایت پر ترجیح دے اور یہ کہ لوگوں کی ولایت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے تابع ہونی چاہیے۔اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں ﴿انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا ﴾ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والے ہی تمہارے ولی (دوست) ہیں۔(المائدہ 55)

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ یہ بات اچھی طرح جان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں کوئی بھی معصوم نہیں اور آدمی کبھی اپنی ایڑیوں پر پھر جایا کرتے ہیں اور اسلام سے ارتداد اختیار کر لیتے ہیں۔کتنی ہی اقوام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتسابِ فیض کیا پھر وہ آپ کی وفات کے فوراً بعد ارتداد اختیار کر گئے اور یہی تقدیرِ غالب ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿فو اللہ الذی لا الہ غیرہ ان احدکم لیعمل بعمل اھل الجنۃ حتی مایکون بینہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فیدخلھا وان احدکم لیعمل بعمل اھل النار حتی ما یکون بینہ وبینا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل الجنۃ فیدخلھا﴾

اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی الہ نہیں تم میں سے کوئی اہل جنت کے جیسے اعمال کرتا ہے

یہاں تک کہ اس کے جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے تو اس پر کتاب کا لکھا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل دوزخ کے اعمال کر کے جہنم میں چلا جاتا ہے اور تم میں کوئی جہنمیوں کے جیسے اعمال کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے اور اس پر کتاب کا لکھا غالب آجاتا ہے تو وہ جنتیوں کے اعمال کر کے جنت میں چلا جاتا ہے۔(متفق علیہ۔عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

﴿لا تعجبوا بعمل احد حتی تنظروا بما یختم له فان العامل یعمل زماناً من دهره او برهة من دهره بعمل صالح لو مات دخل الجنة ثم یتحول فیعمل عملاً سیئاً وان العبد لیعمل زمانا من دهره او برهة من دهره لو مات دخل النار ثم یتحول فیعمل عمل صالحاً فاذا اراد الله بعبد خیرا استعمله قبل موته فوفقه لعمل صالح﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے عمل کو دیکھ کر خوش نہ ہو جایا کرو یہاں تک کہ اس کا خاتمہ نہ دیکھ لو کہ کس پر ہوتا ہے کیونکہ کوئی عمل کرنے والا زمانوں تک نیک عمل کرتا ہے کہ اگر وہ مر جائے تو سیدھا جنت میں چلا جائے لیکن وہ بدل جاتا ہے اور برے عمل کرنے لگتا ہے اور آدمی زمانوں تک ایسے عمل کرتا ہے کہ اگر مر جائے تو سیدھا جہنم میں چلا جائے پھر وہ بدلتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔ پس جب اللہ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسکی موت سے قبل اسے استعمال کرتے ہیں اور اسے نیک عمل کی توفیق دے دیتے ہیں(رواہ احمد عن انس رضی اللہ عنہ و قال الالبانی اسنادہ صحیح / السنة لابن ابی عاصم 174/1) اور آپ نے فرمایا ﴿انما الاعمال بالخواتیم﴾ بے شک اعمال کا اعتبار ان کے خاتمہ کے ساتھ ہے۔(متفق علیہ)

اس لیے اے میرے مجاہد بھائی زندہ آدمی کا کوئی اعتبار نہیں کہ کب فتنہ میں مبتلا ہو جائے اور اپنی ایڑیوں پر پھر جائے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں﴿لا یقلدن احدکم دینه رجلًا ان آمن

آمن وان کفر کفر فانه لا اسوة فی الشر﴾کوئی بھی تم میں دین کے معاملے میں کسی آدمی کی تقلید نہ کرے کہ اگر وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لے آئے اور اگر وہ کفر اختیار کرے تو یہ بھی کافر ہو جائے۔ بے شک ''شر'' میں کوئی اسوۃ نہیں ہے۔ (اعلام الموقعین لابن القیم 176/2)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اندھی تقلید اور تعصب سے متنبہ کرتے ہوئے ایک عالم کی مثال بیان کی ہے جو اپنی ایڑیوں پر پھر گیا اور ایمان لانے کے بعد کافر ہو گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿واتل علیهم نبأ الذی اتیناه ایاتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطان فكان من الغاوین۔ ولو شئنا لرفعناه بها ولکنه اخلد الی الارض واتبع هواه فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث﴾

اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے کہ جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ پر کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ (الاعراف 176-175)

پس اے مجاہد بھائی اپنے دین کو پہچان ......حق کی پہچان حاصل کر اہلِ حق کو تو خود ہی جان جائے گا اور ایسے لوگوں کو بھی پہچان جو حق کی راہ سے منحرف ہو چکے اور کبھی بھی لکیر کا فقیر نہ بن کہ تو اپنی قیادت کے پیچھے چلتا رہے چاہے وہ کیسی بھی راہ، حق سے منحرف ہو جائے۔ تجھے چاہیے کہ نصیحت کر اور باطل کا انکار کر اور اپنی عقل کے لیے تفکر کا دروازہ بند مت کر۔ عقل کا استعمال کر، حق و باطل میں تمیز کر، تجھ سے پہلے کتنی اقوام نے اپنی عقلوں کو بند کر ڈالا اور اپنا ٹھکانا جہنم بنا لیا۔ جیسے کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا﴿وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر﴾وہ کہیں گے کہ اگر ہم سنتے ہوتے یا عقل رکھتے ہوتے تو دوزخیوں میں شریک نہ ہوتے۔

(الملک 11)

آج ہماری سب سے بڑی مصیبت یہی ہے کہ ٹیلی ویژن کی سکرینوں پر ظاہر ہونے والے تنخواہ دار پیٹو ملاں، پلاٹوں کے خریدار جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کرنے والے، حکمرانوں کی باطل پرستی پر چپ سادھ لینے والے مداہن ملتِ اسلامیہ کی نوجوان نسل کو گمراہ کرر ہے ہیں۔ دوسری طرف اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اندھی تقلید نوجوانوں کو انہی کا رسیا بنائے ہوئے ہے۔ فلانے مولوی نے یہ کہا، فلانے شیخ نے یہ کہا اور اسی کا کہا اس کے لیے شریعت بن گیا چاہے وہ شریعت کے اصولوں کے کیسے ہی خلاف کیوں نہ ہو۔ عرب وعجم میں یہی وباء پھیل چکی ہے جس نے عقلوں پر تالے لگا چھوڑے ہیں اور ذہنوں کو مفلوج کر دیا ہے۔

الفصل الخامس

اللہ کی نصرت کب آئے گی!!

ہم نے دوسری فصل میں یہ بیان کیا کہ کافروں کا اہلِ حق سے ''دستبرداری'' کا مطالبہ تقدیری سنت ہے جو کبھی تبدیل نہ ہوگی۔اس کے ساتھ یہ بھی کہ دستبرداری کا مطالبہ بھی ایک مرحلہ ہے!۔کیونکہ کافرتو اہلِ حق سے مکمل دستبرداری چاہتے ہیں اورانہیں اپنی ملت کفر میں، اپنے منہج و نظام کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ ولن ترضیٰ عنك اليهود ولن النصاریٰ حتیٰ تتبع ملتهم ﴾اور ہرگز نہ راضی ہوں گے آپ سے یہودی وعیسائی یہاں تک کہ آپ انکی شریعت کی پیروی نہ کرلیں۔(البقرۃ120)۔اوراللہ جل جلالہ فرماتے ہیں ﴿ودوا لو تكفرون كما كفروا فتكونون سواء ﴾وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کفر کرکے ان کے برابر ہو جاؤ(النساء89)۔اسی لیے ہمارے سیاسی زعماء کا اعلان ہوتا ہے کہ ان شدت پسندوں کے لیے مراعات کا اعلان کرکے انہیں قومی دھارے میں واپس لایا جائے اور ملک وقوم کی ترقی میں شریک کیا جائے۔کبھی کہتے ہیں اس دہشت گردی کا سبب بے روزگاری ہے جبکہ ڈاکٹر وانجینئر اور پڑھے لکھے لوگ اپنے کیریئر چھوڑ کے میدان جہاد کی طرف ہجرت کررہے ہیں۔کیا کوئی کسی کو بتائے گا کہ یہ ساری لڑائی اسلامی حکومت کے قیام کے لیے ہے!!

اس مقصد کے حصول کے لیے کافر کسی حد تک جانے سے نہیں رکیں گے یہاں تک کہ وہ قتل وقتال اور جیلوں کی تعذیب کے ذریعے مومنوں کو اپنی راہ سے ہٹادیں جیسے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں﴿ولا يزالون يقاتلونكم حتیٰ يردوكم عن دينكم ان استطاعوا ﴾اوروہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں دین سے کلیۃً ہٹادیں۔ پھر آیت

کے اگلے حصے میں وعید وارد ہوتی ہے اس کے لیے جوان کے سامنے جھک گیا ﴿ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئك حبطت اعمالھم فی الدنیا والا خرۃ واولئك اصحاب النار ھم فیھا خالدون ﴾ ''اور جوکوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا اور کفر کی حالت میں ہی مر گیا تو یہی وہ لوگ ہیں کہ دنیا وآخرت میں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور یہی لوگ ہیں آگ والے، جسمیں وہ ہمیشہ رہیں گے'' (البقرۃ 217)۔اوراسی طرح کی آیت میں اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں ﴿ انھم ان یظھروا علیکم یر جموکم او یعیدوکم فی ملتھم ولن تفلحوا اذا ابداً ﴾ ''اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو تمہیں رجم کردیں گے یا اپنے دین میں لوٹا لیں گے پھر تم کبھی فلاح نہ پاسکو گے'' (الکہف 20) یعنی کافر اپنے غلبے وقوت کے وقت مومنوں کی کوئی بات قبول نہیں کرتے سوائے اس کے کہ وہ ان کی ملت میں لوٹ جائیں ورنہ انہیں رجم وقتل کردیتے ہیں۔لیکن باوجود اس کے الٰہی وعید وارد ہوئی اس کے لیے جوان کے سامنے جھک جائے اوران کی ملت میں لوٹ جائے ﴿ ولن تفلحوا اذا ابداً ﴾ اور پھر تم ہرگز فلاح نہ پاؤ گے۔اسی طرح کی ایک اور آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا فاوحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظالمین ولنسکننکم الارض من بعد ھم ذلك لمن خاف مقامی وخاف وعید ﴾ ''کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں ملک بدر کردیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کردیں گے اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے یہ سب ان کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میری وعید سے خوفزدہ رہیں'' (ابراہیم 14-13)

وہی سنتِ قدریہ...... کافروں نے رسولوں سے بھی کوئی بات قبول نہیں کی سوائے اس کے کہ ان کی ملت میں واپس لوٹ جائیں دوسری صورت میں انہیں ملک بدری، جیل اور نکالے جانے کی

دھمکیاں دی گئیں۔ چونکہ دستبرداری رسولوں کے ہاں ایک ناممکن چیز تھی تو اس مقام پر اللہ نے کافروں کو ہلاک کردیا اور زمین میں ایسے لوگوں کو وارث بنایا جو اللہ سے خشیت اختیار کرنے والے تھے۔ پس اللہ کی سنتِ قدریہ ہر اس شخص کے لیے یہی ہے جو دستبرداری کی بجائے اللہ کی خشیت کو اختیار کرتے ہوئے ڈٹ جانے کو ترجیح دے گا یہاں ہے نصرت کا مقام، ایسے ہی مواقع پر نصرت نازل ہوتی ہے ﴿وما النصر الا من عند الله﴾ اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے اور نصرت کا ثمر ہے زمین میں تمکنت واستخلاف ﴿وعدالله لا یخلف الله وعده ولکن اکثر الناس لایعلمون﴾ ''یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں فرماتے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے''۔ (الروم 6)

سید قطب شہید رحمہ اللہ کا ان آیات ﴿وقال الذن کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعود ن فی ملتنا﴾ کے متعلق کلام بہت مفید ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''یہاں اسلام و جاہلیت کے خلاف معرکے کی اصل حقیقت واضح ہوتی ہے۔ جاہلیت اس بات پر بالکل راضی نہیں کہ مستقبل کی باگ دوڑ اسلام کے ہاتھ مستقل چلی جائے۔ جاہلیت اپنے اندر اس بات کی اہلیت نہیں رکھتی اپنے معاشرے کے باہر اپنے وجود کو برقرار رکھ سکے۔ اسلیے وہ اسلام کو قبول نہیں کرتی اور اگر قبول کر بھی لے تو پھر اسلام اپنی ایک مکمل تحریکی شکل میں مستقل قیادت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ جب کہ خود جاہلیت میں اسکی اہلیت نہیں۔ اسی لیے رسولوں کے مخالف کافر، رسولوں سے صرف یہی نہیں طلب کرتے کہ وہ اپنی دعوت سے باز آجائیں بلکہ ان سے یہ طلب کرتے ہیں کہ ان کی ملت میں واپس لوٹ جائیں اور جاہلی معاشرے کا حصہ بن جائیں۔ لیکن اس دین کی طبیعت اس بات سے انکاری ہے اور انبیاء علیہم السلام بھی اس سے انکار کرتے رہے اس لیے کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوبارہ جاہلی معاشرے کا حصہ بنے۔

جاہلی معاشرہ کسی مسلمان عنصر کو ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ اس کے اندر رہ کر کام کرسکے جب تک

کہ اس کی قوت وطاقت جاہلی معاشرے کے لیے ہی صرف نہ ہو۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جاہلی معاشرے کے اندر رہ کر اسلامی عمل کو انجام دے سکتے ہیں اور اس کے نظام کو دھوکہ دے سکتے ہیں وہ لوگ اس معاشرے کی طبیعت سے واقف نہیں۔ یہ معاشرہ ہر فرد کو مجبور کرتا ہے کہ صرف اس کی مصلحتوں اور اسی کے منہج کے لیے کام کیا جائے۔ اسی لیے رسولوں نے کفر کی ملتوں میں واپس لوٹنے سے انکار کر دیا جب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے نجات دے چکے تھے۔

ایسے ہی مواقع پر سب سے بڑی قوت قاہرہ مداخلت کر کے اپنی فیصلہ کن ضرب لگاتی ہے جس کے سامنے بشر کی قوت نہیں ٹھہر سکتی چاہے وہ جابر طاغوت ہی کیوں نہ ہوں۔

اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں ﴿فاوحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظالمین۔ ولنسکننکم الارض من بعدھم ذالك لمن خاف مقامی وخاف وعید﴾ ''پس ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی کہ ہم ظالموں کو ہی ہلاک کر دیں گے۔ اور تمہیں اس کے بعد زمین میں تمکین دیں گے یہ اسکے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے اور میری وعید سے ڈر گیا''۔ ہمیں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قوتِ کبریٰ کا تدخل رسولوں اور انکی اقوام کے درمیان اسی وقت ہوا:

① جب رسولوں نے جاہلی معاشرے کو ترک کر دیا۔

② جب مسلمانوں نے جاہلی معاشرے کی طرف لوٹ جانے سے انکار کر دیا جبکہ اللہ انہیں نجات دے چکا۔

③ جب مسلمان اپنے دینی معاشرے اور اپنی اسلامی قیادت کے ساتھ علیحدہ ہو گئے۔

وہ اپنے عقیدہ کے ساتھ اپنی قوم سے علیحدہ ہوئے تو قوم دو حصوں میں منقسم ہو گئی جن کا عقیدہ و منہج بالکل مختلف تھا...... ایسے موقع پر پھر اللہ جبار کی قوتِ کبریٰ نے دخل دیا اور اپنی فیصلہ کن ضرب لگائی!۔ تاکہ طاغوتوں کو تباہ کر دیا جائے جو مومنوں کو دھمکاتے ہیں...... تاکہ مومن زمین میں قرار پکڑیں...... اللہ کی نصرت کا وعدہ سچا ہو جائے لیکن یہ تدخل اس وقت تک نہ ہو گا جب تلک

مسلمان جاہلی معاشرے کا حصہ بنے رہیں گے اور اس کے نظاموں کے تحت اس کی تقویت کے لیے کام کرتے رہیں گے اور نہ ہی اسلامی قیادت اور تحریک کیساتھ ان سے علیحدگی اختیار کریں گے۔(فی ظلال القرآن 2092/4)

اس لیے جو لوگ اس دھوکہ میں مبتلاء ہیں کہ وہ پارلیمنٹ کے کفریہ اداروں میں جا کر اسلام کی خدمت کریں گے تو یہ نہ پہلے کبھی ممکن ہوا اور نہ ہی کبھی آئندہ ممکن ہوگا۔ کیا نصف صدی سے زائد عرصے سے تجربات نے ان کی آنکھیں نہیں کھولی کہ ابھی تک وہ جمہوریت سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اللہ کی شریعت کی دھجیاں اڑادی گئیں اور ہم ہیں کہ دستور، پارلیمان اور عدلیہ کے جعلی تقدس و وقار کا رونا رو رہے ہیں۔ ہمارے لیے سنت راہ یہی ہے کہ اس جاہلی معاشرے سے مکمل علیحدگی اختیار کرتے ہوئے عمل وجہد کی دنیا آباد کریں اور اپنے ایمان کی آبیاری کریں۔ بقول شاعر......

اے عزیزو! دردِ دل کا رازداں پیدا کرو   جسطرح ممکن ہو کوئی ہم زباں پیدا کرو
قافلہ بن جائے گا اہلِ نظر کا بالضرور   شرطِ لازم ہے کہ میرِ کارواں پیدا کرو

کچھ ہی عرصہ قبل ایک مردِ حر نے ایسی ہی بات کہی اور اپنی بات کو سچ کر دکھایا اور اس نے کافروں کو شرعیت دینے کے لیے ایک لفظ لکھنے سے انکار کر دیا اور خود صبر و احتساب کے ساتھ اپنے رب سے جاملا...... اے اللہ اسے اپنی وسیع رحمتوں میں داخل فرما۔ آمین۔ سید قطب شہید رحمہ اللہ جیل میں تھے جب جیل کا گورنر حمزہ البسیونی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ ٹی وی پر معذرت کردو اور اس ورق پر دستخط کردو۔ کہنے لگا آپ کا خسارہ صرف مصر کا نہیں بلکہ پورا عالمِ اسلام آپ کی شخصیت سے محروم ہو جائے گا۔ سید رحمہ اللہ نے اپنا تاریخی جواب دیا ﴿ان اصبع الشهادة التي تشهد بالله وحده في الصلاة لترفض ان تكتب كلمة واحدة موافقة لحكم طاغية﴾ **یہ شہادت کی انگلی جو نماز میں اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہے وہ اس بات سے**

انکاری کہ طاغوت کی موافقت میں صرف ایک کلمہ ہی لکھے!! اور سید رحمہ اللہ خود اس پر سولی چڑھ گئے۔ اللہ کی ان پر رحمتیں ہوں۔ آمین

اے اللہ کے بندے...... دین کی نصرت کے دلدادہ! اے مجاہد بھائی یہ ہے حقیقت اس جھگڑے کی پس تو اس کی دلیل حاصل کر اور اپنے رب کے حکم پر صبر کر اور اس کے امر پر ثابت قدم رہ کیونکہ نصرت صبر کے ساتھ ہے بے شک آسانی کے ساتھ تنگی اور تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا جاء هم نصرنا فنجی من نشاء ولا یرد بأسنا عن القوم المجرمین۔ لقد كان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب﴾ **یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور وہ قوم کے لوگ خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا، فوراً ہی ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی، جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی۔ بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب گناہ گاروں سے واپس نہیں کیا جاتا۔ ان کے بیان میں عقل والوں کے لیے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے۔** (یوسف 111-110)

اے مجاہد بھائی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے **تجھ پر فرض ہے کہ** ﴿بلغو عنی ولو آیة﴾ **ایک آیت بھی ہو تو اسے میری طرف سے پہنچاؤ** (رواہ البخاری) **اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا** ﴿الا فليبلغ الشاهد الغائب﴾ **خبردار حاضر غائب کو دین کی دعوت پہنچادے** (متفق علیہ) **اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا** ﴿من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله﴾ **جس نے کسی کو خیر کی راہ دکھائی تو اس کے لیے فاعل کے جتنا اجر ہے** (رواہ مسلم) **اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا** ﴿لان یهدی الله بك رجلا خیر لك من حمر النعم﴾ **کہ اللہ تیرے ہاتھ پر ایک آدمی کو ہدایت دیدے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے** (متفق علیہ)۔ **اللہ کے نبی نے فرمایا** ﴿جاهدوا المشركين باموالكم وانفسكم والسنتكم﴾ **مشرکوں سے اپنے مال جان اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔** (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

اے اللہ کے دین کی نصرت کے طلبگاران احادیث کو غور سے پڑھ اور دیکھ تو اپنی ذمہ داری کہاں تک ادا کر رہا ہے۔اپنے اردگرد نظر دوڑا کتنے ہی نوجوان ہیں مرتدوں کے ستائے ہوئے، ان تک یہ پیغام پہنچا دے کہ......

قتیل اس سا منافق نہیں زمانے میں　　جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

اے میری ملت کے نوجوانو......توحید کے متوالو!......کب تلک یہ زانی وشرابی تمہارے لیے قانون سازیاں کریں گے۔کب تک جمہوریت، پارلیمنٹ اور عدلیہ جیسے کافر اداروں کے وقار کے جعلی نعرے لگتے رہیں گے اور اللہ کا دین پامال ہوتا رہے گا۔**کب تلک دوسرے ملکوں میں امارتِ اسلامیہ کے قیام کے لیے ہم جہاد کریں گے اور خود اپنے ہی وطن میں ''کفرستان'' کو پروان چڑھتا چھوڑ دیں گے۔**اس سے قبل کہ طاغوت کے ایجنٹ تمہارے گھروں کے دروازوں پر دستک دیں اور تمہاری حرمتوں کو پامال کرنے لگ جائیں ......اپنے گھروں سے نکلو ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لو، کفر کے ان ایجنٹوں کو نیست و نابود کردو تا کہ اللہ کے ساتھ ملاقات کے وقت تمہارے پاس شرعی عذر ہو۔ہم نے تم تک پیغام پہنچا دیا، حجت قائم کردی......

''جہاد فی سبیل اللہ چند شخصیات، تنظیموں اور اقوام سے مشروط نہیں، نہ یہ ان تک محدود کسی مسئلے کا نام ہے۔یہ تو حق و باطل کا وہ ازلی معرکہ ہے جو اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس دنیا کی بساط لپیٹ نہ دیں۔ملّا محمد عمر اور شیخ اسامہ بن لادن حفظہما اللہ تو بس لشکرِ اسلام کے دو سپاہی ہیں...... جب کہ اسلام اللہ کا دین ہے......وہ دین جسے اس نے اپنے رسولوں اور اہلِ ایمان بندوں کے لئے پسند کرلیا......اللہ تعالیٰ محمد عمر اور اسامہ سے پہلے بھی اپنے دین کی حفاظت کرتا تھا......ان کی زندگی میں بھی اسی نے اس دین کا دفاع کیا......اور ان کے بعد بھی وہی اس دین کا نگہبان ہوگا!''

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

اللھم ھل بلغت اللھم ھل بلغت اللھم ھل بلغت...... اللھم فاشھد ﴿واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لایعلمون﴾

دشمن کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو

الشیخ المجاہد ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

آدھی رات گذر جانے کے بعد میں نے جیل کی کال کوٹھری سے سر باہر نکالا اور باہر بیٹھے پہرے دار سپاہی کو دیکھنے لگا وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے سو رہا تھا کہ ایسے لگے کہ جس طرح وہ ڈیوٹی پر مستعد بیٹھا ہے۔اس خوف سے کہ کہیں اس کے افسر جیلر کو اس کے سونے کا پتا نہ چل جائے کیونکہ اسوقت سونا اتنا خطرناک ہوسکتا ہے کہ صرف اسی وجہ سے اسے بطور سزا جیل میں قید کیا جاسکتا ہے۔اس پہرے دار سپاہی کی حالت دیکھ کر مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا۔

” ولا تھنو فی ابتغاء القوم ان تکون تألمون فانھم یألمون کما تألمون و ترجون من اللہ ما لا یرجون و کان اللہ علیماً حکیما“

”اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو یقیناً وہ بھی تکلیف اٹھاتے ہیں جس طرح تم تکلیف اٹھاتے ہو اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

اس لیے میں کبھی کبھی ایسا کرتا کہ ساری رات جاگتا رہتا اور اپنے زندان کے روشن دان کی طرف کھڑا ہو جاتا اور وہاں پر موجود پہرے دار سپاہیوں کو شرک اور مشرکین سے برأت کی دعوت دیتا اور ان کے سامنے توحید باری تعالیٰ کے حقائق کھول کھول کر بیان کرتا اور کفر با الطاغوت اور ایمان با اللہ کی اہمیت واضح کرتا اس دوران مذکورہ آیت کریمہ کا معنی و مفہوم میرے ذہن میں رہتا۔

اس طرح جب میں طاغوت کی راہ میں مشقت و تکلیف اٹھانے والے سپاہیوں کو دیکھتا کہ انہیں

بھی ہماری طرح عیدین کے دنوں میں اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹنا نصیب نہیں ہوتا اوران پر کئی کئی ہفتے اس حال میں گذر جاتے ہیں کہ یہ اپنی ماؤں، بیویوں اوراپنی اولاد کو دیکھنے سے محروم رہتے ہیں، تب میں ان سے کہا کرتا کہ تم بھی ہماری طرح قیدی ہی ہومگر ہمارے اورتمہارے درمیان واضح فرق ہے وہ یہ کہ تمہیں صرف طاغوت کوراضی وخوش کرنے کے لیےاورحقیر دنیا کے چندٹکوں کی خاطر اپنے والدین، عزیز واقارب اوراولادکو چھوڑنا پڑتا ہےاوران کی جدائی کے غم کو سہنا پڑتا ہے جبکہ ہم لوگ اپنے اوپر گذرنے والے ہر لمحے پرخواہ وہ عید ہو یا عید کے علاوہ ہو اپنے رب سے اجر وثواب کی امید رکھتے ہیں۔اس طرح جوہمیں اپنے والدین، عزیز واقارب اور اولاد کی جدائی برداشت کرنا پڑتی ہے یا ہمیں دوران قید یا اس کے علاوہ کوئی تکلیف، مشقت، جسمانی تشدد، دکھ درد، بیماری، تھکاوٹ یا کوئی دنیاوی نقصان پہنچتا ہےتو ہم اسے فی سبیل اللہ شمار کرتے ہیں اوراپنے رب سے اس عظیم اجر وثواب کی امید رکھتے ہیں جوکبھی ختم نہ ہوگا۔

چنانچہ طاغوت کی راہ میں چندٹکوں کی خاطر پہرہ دینے والے سپاہیواورفوجیو!سن لواس عید میں ہم بھی محروم ہیں اور یقیناً تم بھی محروم ہولیکن ہم اپنے اللہ سے وہ امید رکھتے ہیں جوتم نہیں رکھتے۔

پھرایک دن مجھے آدھی رات گذرنے کے کچھ دیر بعد تفتیش کے لیے طلب کیا گیا تو میں نے تفتیش کارافسر کو دیکھا کہ اس کی آنکھیں انتہائی سرخ ہوچکی ہیں اور وہ جمائیاں لے رہا تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے پھر یہی آیت یاد آ گئی۔

آج جبکہ میں اپنے گھر میں نظر بند ہوں ان طاغوتی سپاہیوں کے متعلق سنتا رہتا ہوں کہ وہ آدھی رات کے بعد، یا فجر سے پہلے بار بار میرے گھر کا چکر کاٹتے ہیں اور یہ بھی میرے علم میں آیا ہے کہ وہ مختلف اوقات میں مثلاً شام کے قریب یا دوپہر کے وقت سورج کی کڑکتی دھوپ میں میری نگرانی کررہے ہوتے ہیں۔ان کی یہ حالت دیکھ کر پھر مجھے یہ آیت یاد آجاتی ہے۔

”ولا تهنو فى ابتغاء القوم ان تكون تأ لمون فانهم يألمون كما تألمون و ترجون

من اللہ ما لا یرجون و کان اللہ علیماً حکیما“

”اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو یقیناً وہ بھی تکلیف اٹھاتے ہیں جس طرح تم تکلیف اٹھاتے ہو اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

اس طرح جب میں صیہونی فوجیوں کی طرف دیکھتا ہوں کہ جنہیں مسلمانوں کے خلاف اپنی عداوت و دشمنی کا پھل اپنے مقتولین کی صورت میں کاٹنا پڑتا ہے پھر یہ اپنے مقتولین پر روتے اور چیختے اور چلاتے ہیں جن کو مجاہد بھائیوں نے تہہ تیغ اور جہنم واصل کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب میں دیکھتا ہوں کہ دونوں فریقین کے ورثاء اور مقتولین اللہ سے کیا کچھ پانے والے ہیں تب پھر میں اسی آیت کو یاد کرتا ہوں۔

اسی طرح جب میں دیکھتا اور سنتا ہوں کہ افغانستان میں نامراد امریکی فوجی ڈر کے مارے اتحادی اور مرتد ملحد افغانی فوج کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں تا کہ مجاہدین کی فائرنگ اور حملوں سے بروقت دفاع کر سکیں اس وقت مجھے پھر یہی آیت یاد آجاتی ہے۔

اے انبیاء علیہم السلام کے منہج پر چلنے والے سچے مجاہدو، موحدو اور داعیو!...... ”اللہ رب العزت تم سے یہی چاہتا ہے کہ اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو یہ دنیا ہمیشگی کا گھر نہیں اور نہ ہی کسی کے لیے اس کی نعمتیں اور آسائشیں دائمی ہیں۔ چنانچہ آج مسلمان بھی اور ان کے مختلف اجناس کے داخلی اور خارجی دشمن بھی سب کے سب اس دنیا میں دکھ، درد تکلیفیں اور مشقتیں جھیل رہے ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿یا ایھا الانسان انك كادح الی ربك كدحاً فملاقیه﴾ ”اے انسان تو سخت مشقت سہہ کر اپنے رب کی طرف جانے والا ہے پھر اس سے ملنے والا ہے“

(انشقاق:4)

لیکن ایک مسلم کی مشقت اور ایک کافر کی مشقت کے مابین کوئی نسبت نہیں کیونکہ ایک مسلم اپنی

مشقت وتکلیف سے جو امید رکھتا ہے اور جس چیز اس کا دشمن امید رکھتا ہے دونوں کے درمیان بڑا واضح فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فاما من اوتی کتبه بیمینه فسوف یحاسب حسابا یسیراً وینقلب الی اهله مسروراً واما من اوتی کتبه ورآء ظهره فسوف یدعوا ثبوراً ویصلیٰ سعیراً۔ انه کان فی اهله مسروراً۔ انه ظن ان لن یحور۔ بلی انه ربه کان به بصیراً﴾ ”پس وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو اس کا محاسبہ آسان حساب کی صورت میں کیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔ اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا تو عنقریب وہ ہلاکت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں بہت خوش رہتا تھا۔ یقیناً اس نے سمجھ رکھا تھا کہ وہ کبھی اپنے رب کی طرف واپس نہیں لوٹے گا۔ کیوں نہیں یقیناً اس کا رب اسے خوب دیکھنے والا تھا“۔ (الانشقاق: 15-7)

چنانچہ ایک مسلم داعی کو دعوت الی اللہ کے میدان میں پہنچنے والی تکلیف مشقت تھکاوٹ اور اذیت کے درمیان اور طواغیت کے فوجیوں کو کفریہ قوانین کی حمایت اور حفاظت کے دوران پہنچنے والی تکالیف اور دعاۃ ومجاہدین کے تعاقب میں پیش آنے والی مشقت اور موحدین پر تشدد کرتے وقت طواغیت کے جلادوں اور تفتیش کار افسروں کو پہنچنے والی تکلیف ومشقت اور اذیت میں یقیناً زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح ایک سچے مجاہد کو جہاد کے میدان میں لگنے والے زخم قید اور رات کو جاگنے کی صورت میں جو تکلیف اور مشقت پہنچتی اور تفتیش کار افسروں کو تفتیش کے سبب موحدین کے ساتھ رات کو جاگنے کی صورت میں پہنچنے والی تکلیف کے درمیان بھی کوئی نسبت نہیں۔ اسی طرح مجاہدین کی شہادت اور طاغوتی وکفریہ نظامِ حکومت کی حفاظت وحمایت کرنے والوں کی موت میں بھی بعد المشرقین ہے۔ الغرض جس چیز کی موحدین اور مجاہدین امید رکھتے ہیں اور جس کی طاغوت کے فوجی اور سپاہی امید رکھتے ہیں دونوں میں نمایاں فرق موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿الذین امنو یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت ﴾ ”وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں اور جنھوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں قتال کرتے ہیں“ (النساء:36)

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ذالك بانهم لا يصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فی سبيل الله ولا يطئون موطئاً يغيظ الكفار ولا ينا لون من عدو نيلا الا كتب لهم به عمل صالح ان الله لا يضيع اجر المحسنين ﴾ ”یہ وہ لوگ ہیں کہ بے شک انہیں اللہ کی راہ میں جو بھی پیاس اور تھکاوٹ اور بھوک کی تکلیف پہنچتی ہے اور جو بھی ایسی جگہ روندتے ہیں جو کافروں کو سخت ناگوار ہو اور وہ دشمن سے جو بھی کامیابی حاصل کرتے ہیں اس کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے بے شک اللہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“ (سورۃ التوبہ:120)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ان الذين فتنوا المومنين والمو منت ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحريق ﴾ ”بلاشبہ جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں پر ظلم وستم ڈھایا پھر توبہ بھی نہ کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے ایسا عذاب ہے جو جلا کر رکھ دے گا“ (البروج:10)

مذکورۃ الصدر دونوں فریقین کے درمیان یقیناً واضح فرق ہے۔ ان سب کو ہی رات کو جاگنا پڑتا ہے اور تکلیف ومشقت اور تھکاوٹ برداشت کرنا پڑتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ابرار و نیک لوگ اللہ مالک الملک کے پاس ایک عزت کی جگہ بیٹھے ہوں گے ان کے لیے رب نے اجر وثواب ذخیرہ کر رکھا ہے جسے وہ قیامت تک بڑھاتا رہے گا اور ان کے لیے اپنی نعمتوں والی جنت تیار کر رکھی ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی موت نہ آئے گی۔ جبکہ فجار لوگ جو اپنے طواغیت حکمرانوں اور افسران سے گھٹیا مناصب اور ماہانہ چند حقیر ٹکے حاصل کرتے ہیں ان سے جلد ہی یہ تمام حکومتی مناصب اور عہدے چھین لیے جائیں گے اور یہ وظیفے اور تنخواہیں سب ختم ہو جائیں

گے اور موت کا پیغام آجائے گا اور گناہوں کا ثقیل بوجھ ہی باقی بچے گا۔ پھر کیا ہوگا......؟

﴿فیومئذ لا یعذب عذابه احد ولا یوثق وثاقه احد﴾ ''پس اس دن اس کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کے قید کرنے کی مانند کوئی قید کرے گا''

(الفجر 26-25)

اے انسان! گنتی کے ان چند دنوں کی پر تعیش وخوشحال زندگی کا کیا فائدہ کہ پھر بعد میں دائمی وابدی عذاب انسان کا مقدر بن جائے......؟ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جس جہنمی کو دنیا میں سب سے زیادہ نعمتیں وآسائشیں ملی تھیں اس کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسکو جہنم میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا اے ابنِ آدم کیا تو نے کبھی کوئی خیر، آرام وسکون دیکھا ہے؟ کیا تجھ پر کوئی نعمت آئی تھی؟ وہ کہے گا اللہ کی قسم کبھی نہیں اے میرے رب۔ یعنی جہنم کے ایک غوطے کی دہشت اور گھبراہٹ سے دنیاوی زندگی کی تمام نعمتوں اور آسائشوں کو بھول جائے گا حالانکہ دنیا والوں میں وہ سب سے زیادہ خوشحال تھا تو اس جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنا کیسا ہوگا؟۔ پھر اہلِ جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفوں میں رہا تھا اسکو جنت میں ایک چکر لگوایا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا اے ابنِ آدم کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف بھی دیکھی ہے؟ کیا تجھ پر کوئی تکلیف وسختی آئی تھی؟ وہ کہے گا اللہ کی قسم اے میرے رب مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور نہ ہی میں نے کبھی شدت وسختی دیکھی حالانکہ اس شخص پر دنیا والوں میں سب سے زیادہ تکلیفیں اور مشقتیں آئی تھی۔

پس جس وقت ایک سچا مجاہد وموحد داعی اپنے رب کی تیار کردہ جنت کی دائمی نعمتوں کی طرف دیکھتا ہے جو کبھی ختم اور پرانی نہ ہوں گی اور اپنے دشمن کا اصلی ٹھکانہ اور انجام دیکھتا ہے تو اللہ کے راستے میں پہنچنے والی ہر تکلیف مشقت، اذیت اور آزمائش کو بھول جاتا ہے بلکہ وہ اسے حقیر سمجھتا ہے کہ کاش اسے دگنی تکلیفیں آجاتیں۔ اس بات کی تصدیق اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس

میں ہے ﴿کہ اگر ایک آدمی کو پیدا ہونے سے لیکر بڑھاپے اور مرنے تک ساری زندگی اللہ کی خاطر اسے چہرے کے بل گھسیٹا گیا ہو تو قیامت کے دن اتنی بڑی تکلیف کو بھی حقیر سمجھے گا﴾ (سلسلسة الاحاديث الصحيحة رقم446)۔

''اے جان صبر کرنے میں ذرا ایک گھڑی میری مدد تو کر پھر دیکھنا کہ موت کے وقت تمام تکلیفیں ختم ہو جائیں گی یہ تو دنیا کی زندگی چند دن کی ختم ہو جانے والی عارضی زندگی ہے پھر دکھ، تکلیف اور غم اٹھانے والا یقیناً راضی و خوش ہو جائے گا۔''

یہ چند کلمات سب سے پہلے میرے اپنے لیے پھر مختلف خطوں میں فی سبیل اللہ برسر پیکار موحدین و مجاہدین کے لیے اور ہر جگہ ان کا دفاع کرنے اور ان کا ساتھ دینے والے دعاۃ و مبلغین کے لیے اور اسی طرح کفار و مرتدین کی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے موحدین و مجاہدین کے لیے بطور نصیحت تھے۔

"ولا تهنوا فی ابتغاء القوم ان تكون تألمون فانهم يألمون كما تألمون و ترجون من الله ما لا يرجون و كان الله عليماً حكيما"

''اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو یقیناً وہ بھی تکلیف اٹھاتے ہیں جس طرح تم تکلیف اٹھاتے ہو اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

((امنیات))

احتیاط اخفاء اور پوشیدگی (آخری قسط)

لا پرواہی اور خوف وہراس میں توازن

الشیخ ابومحمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''دھوکہ دہی کی بنیاد یہ ہے کہ ایک چیز کو ظاہر کرتے ہوئے دوسری چیز کو چھپایا جائے، اور اس حدیث میں جنگ کی احتیاطی تدابیر اور کافروں کو شکست دینے کیلئے اسباب اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور جو کافروں کو دھوکہ دینے کے ان طریقوں سے واقف نہ ہو وہ اپنے خلاف ہونے والے معاملات سے نہیں بچ سکتا (یعنی شکست)۔ (فتح الباری (6/158) بخاری میں ہی ایک اور باب ہے جس کا عنوان ''جنگ میں جھوٹ بولنا'' ہے (لیکن میں اس باب کا عنوان ''جنگ میں جھوٹ بولنا'' نہیں رکھتا کیونکہ جنگ میں تو جھوٹ بولنا جائز ہے ہی، امن کے حالات میں بھی کافروں سے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ جس کی وضاحت کے لئے میں مندرجہ ذیل دلیل دیتا ہوں:

① ۔ جنگ میں: جہاں تک جنگ میں جھوٹ کا تعلق ہے تو اس حوالے سے وہ حدیث ہے جس میں حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ نے فرمایا ''میں نے نہیں سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کو بھی جھوٹ بولنے کی اجازت دیتی ہو ماسوائے جنگ میں جھوٹ بولنے کے، لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لئے اور شوہر کی بات بیوی سے اور بیوی کی بات شوہر سے''۔ (احمد، مسلم، ابو داؤد) (الترمذی نے یہی حدیث اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ یزید سے روایت کی ہے)۔

② ۔ امن کے حالات میں بھی کچھ وجوہات کی بناء پر کفار سے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ ان

وجوہات میں سے کچھ وجوہات یہ ہیں: دینی مفاد کے لئے جھوٹ بولنا، کافروں کے شر سے بچنے کے لئے جھوٹ بولنا۔شیخ عبدالقادر بن عبدالعزیز (اللہ ان کی جلد رہائی کے اسباب فرمائے) نے اپنی کتاب The Fundamental Concepts regarding Al-Jihad میں ایک باب ''دشمنوں سے جھوٹ بولنا'' کے نام سے قائم کیا ہے۔شیخ نے دشمنوں سے جھوٹ بولنے کے تین واقعات قلمبند کئے ہیں جو کہ مختصراً یہ ہیں:

①۔ابراہیم علیہ السلام کا تین جھوٹ بولنے کا واقعہ جو کہ صحیح بخاری (3358) میں مروی ہے۔(فتح الباری۔6/392)

②۔صحیح مسلم میں بیان کیا گیا اصحاب الاخدود (خندقوں والے) کا قصہ۔راہب نے لڑکے کو کہا کو اگر گھر والے پوچھیں تو ان کو کہنا کہ جادوگر نے مجھے دیر سے چھوڑا ہے۔(صحیح المسلم بالشرح النووی)

③۔دنیاوی مقاصد کیلئے کفار سے جھوٹ بولنا،) جس کی بہترین مثال حجاج بن الات رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو کہ آگے بیان ہوگا۔اور وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کا کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے کا

(سابقہ شمارہ کا) بقیہ 10: جب تم اپنی فوج کو حرکت دو یا طریق کار کا تعین کرو تو تمہیں لازماً ایسا ہونا چاہئے کہ تمہیں کوئی فریب نہ دے پائے۔ایک امیر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پرسکون ہو، غیر معروف ہو، اپنے کام سے مخلص اور خود منظّم ہو، اور اپنے ماتحتوں اور ساتھیوں کی آنکھوں اور کانوں کو مدہوش کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، ان سے ہر بات کو مخفی رکھتا ہو، ان کو کام دیتا ہو لیکن مقصد کی وضاحت نہ کرتا ہو۔وہ اپنی مصروفیات اور طریقہ کار کو تبدیل کرتا رہتا ہو تا کہ لوگوں کو اس کا اندازہ نہ ہو سکے، وہ اپنے مقام کو بھی تبدیل کرتا رہے اور غیر معروف راستوں کو اختیار کرے تا کہ وہ اس کی گرد کو نہ چھو سکیں''۔(Art of War pg.220-224)''وہ مقام کہ جہاں ہمیں دشمن کو پھنسانا ہے وہ ان سے مکمل مخفی ہونا چاہئے۔پس اس طرح اپنے سپاہیوں سے نقصان اور فائدہ کا تنقیدی جائزہ کروائے۔انہیں اس بات پر اکسائے کہ اپنی حرکت اور وقف کے مقامات کو جانیں۔ان کو جانچے کہ وہ مدافعانہ اور غیر مدافعانہ سرزمین میں طاقت کا استعمال کیسے کرتے ہیں؟ اور انکی کمی کوتاہیوں اور خوبیوں پر مکمل نظر رکھے۔

واقعہ لکھا ہوا ہے۔اس میں بیان ہوا ہے کہ کس طرح اس کو غلط بیانی اور دھوکہ کے ذریعے یہ باور کرایا گیا کہ یہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) صدقہ کے احکام کی وجہ سے پریشاں حال اور لاچار ہیں، یہاں تک کہ وہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) اس قابل ہوئے کہ اس پر قابو پاسکیں اور اس کو قتل کریں۔(حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے ترمذی کی ایک حدیث بیان کی ہے جو کہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، جس میں تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے، جن میں سے ایک جنگ ہے) کعب بن اشرف (یہودی) کفار کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا کرتا تھا۔وہ اپنی شاعری کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا اور مسلمان خواتین کے بارے میں فحش اشعار کہتا۔اس کے قتل کا قصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔الرحیق المختوم میں ہے:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہا کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیّت دی ہے۔اس کے جواب میں محمد بن مسلمہ، عباد بن بشر، ابو نائلہ، حارث بن اوس، عباس بن جبر اور سلکان بن سلامہ رضی اللہ عنہم (کعب کے رضاعی بھائی) نے اپنی خدمات پیش کیں۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں۔کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے (کعب بن اشرف) قتل کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ،انہوں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ کہنے کی (اپنا کام نکالنے کے لیے) اجازت دے دیجئے ۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کہہ سکتے ہو (جو کہنا چاہو)۔

اس کے بعد محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس تشریف لے گئے اور بولے: اس شخص نے (اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) ہم سے صدقہ طلب کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہمیں مشقت میں ڈال رکھا ہے۔کعب نے کہا: واللہ! ابھی تم اور بھی اکتا جاؤ گے۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اب جب کہ ہم اس کے پیروکار بن ہی چکے ہیں تو مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں، جب تک یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔اچھا ہم چاہتے ہیں کہ

آپ ہمیں کچھ قرضہ دیں۔کعب نے کہا: میرے پاس کچھ رہن رکھو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کون سی چیز پسند کریں گے۔ بے دل اور بداخلاق یہودی نے قرض کے بدلے عورتوں اور بچوں کو رہن میں مانگا۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بھلا ہم اپنی عورتیں آپ کے پاس کیسے رہن رکھ دیں جبکہ آپ عرب کے سب سے خوبصورت انسان ہیں اور ہم اپنے بیٹوں کو کیسے رہن رکھ دیں؟ اگر ایسا ہو گیا تو انہیں گالی دی جائیگی کہ یہ ایک وسق یا دو وسق (وزن کا پیمانہ) کے بدلے رہن رکھا گیا تھا، البتہ ہم آپ کے پاس ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔کعب راضی ہو گیا۔

سلکان بن سلامہ اور ابو نائلہ رضی اللہ عنہم اسی مقصد کو لیے کسی اور وقت میں کعب کے پاس گئے کم و بیش یہی بات اس سے کہی صرف یہ کہ ابو نائلہ رضی اللہ عنہ اپنے اور ساتھیوں کو بلا لائے۔منصوبہ بہت کامیاب رہا کیونکہ اس گفتگو کے بعد اسلحہ اور آدمیوں کے ساتھ کعب کے پاس جانا مشکل نہ رہا۔ 14 ربیع الاول 3 ہجری کی رات کو صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے اور اللہ کا نام لے کر اپنے منصوبہ کی تکمیل کے لیے روانہ ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر پلٹ آئے اور صحابہ کی کامیابی کے لیے دعا و مناجات میں مشغول ہو گئے۔

یہ لوگ گئے اور رات کو کعب کو آواز دی۔ وہ باہر آیا جبکہ اس کی بیوی نے اس کو خبر دار کیا کہ: میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے کعب نے کہا یہ تو میرا بھائی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور دودھ کا ساتھی ابو نائلہ رضی اللہ عنہ ہے۔کریم آدمی کو اگر نیزے کی مار کے لیے بھی بلایا جائے تو اس پکار پر بھی وہ جاتا ہے اس کے بعد وہ باہر آ گیا۔ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب وہ آ جائے گا تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگوں گا جب تم دیکھنا کہ میں نے اس کا سر پکڑ کر قابو میں کر لیا ہے تو اس پر پل پڑنا اور اپنا کام کر ڈالنا۔چنانچہ جب کعب باہر آیا تو کچھ دیر اس سے باتیں ہوتی رہیں پھر انہوں نے اسے چاند کی روشنی میں آنے کا مشورہ دیا۔راستہ میں ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: آج جیسی عمدہ خوشبو تو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں کعب نے کہا کہ میرے

پاس عرب کی سب سے زیادہ خوشبو والی عورت ہے۔ ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اجازت ہو تو میں ذرا آپ کا سر سونگھ لوں اس نے کہا: ہاں ہاں۔ ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر میں اپنا ہاتھ ڈالا پھر خود بھی سونگھا اور ساتھیوں کو بھی سنگھایا۔ کچھ اور چلے تو ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے سر سونگھنے کی دوبارہ درخواست کی اور کعب نے اجازت دے دی۔ اب کی بار ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر میں ہاتھ ڈال کر ذرا اچھی طرح پکڑ لیا تو بولے: لے لو اللہ کے اس دشمن کو اتنے میں اس پر کئی تلواریں پڑیں اور اس کا کام تمام کر دیا۔ ان لوگوں نے اپنی مہم کو بخوبی مکمل کیا کارروائی کے دوران میں حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ کو بعض ساتھیوں کی تلوار کی نوک لگ گئی جس سے وہ زخمی ہو گئے اور ان کے جسم سے خون بہنا شروع ہو گیا جب وہ بقیعِ غرقد پہنچے تو اس زور سے نعرہ لگایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ ان لوگوں نے اسے مار دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی اللہ اکبر کہا۔ انہوں نے اس طاغوت کا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ طاغوت احمد شاہ مسعود کے قتل کی منصوبہ بندی شاید مندرجہ بالا واقعہ کو سامنے رکھ کر کی گئی۔ شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ نے دو تیونسی مجاہدین کو جو کہ فرانسیسی زبان میں مہارت رکھتے تھے نامزد کیا کہ وہ صحافیوں کا روپ دھاریں اور اللہ کے دشمن کی تصاویر اتارنے کی کوشش کریں۔ چونکہ دونوں تیونسی بھائی، فرانسیسی زبان میں مہارت رکھتے تھے، ہلکی رنگت کے تھے اور جعلی کاغذارت رکھتے تھے اس لئے وہ یہ صلاحیت رکھتے تھے کہ مسعود کے سخت حفاظتی نظام کو دھوکہ دے سکیں اور ان کو یہ سوچنے پر مجبور کریں کہ یہ حقیقی فرانسیسی صحافی ہیں۔

منصوبہ اس طرح بنایا گیا کہ سب سے پہلے مسعود، اسکے پہریداروں اور مصاحبوں کے ساتھ خوشگوار دوستانہ تعلقات بنائے جائیں۔ اس لئے پہلی دفعہ وہ سیدھے طریقہ سے بغیر کچھ لئے وہاں گئے، اور معمول کے مطابق ان کی بھرپور تلاشی لی گئی۔ اسی دوران میں دونوں مجاہدوں نے پہرے داروں سے دوستی لگانے کی کوشش کی اور مسعود اور اس کے محافظوں کی عادات وسکنات کا

بھی اچھی طرح مشاہدہ کیا۔اسی طرح وہ انٹرویو لینے اور تصویریں بنانے کے بہانے کئی بار وہاں گئے اور وہاں اچھے تعلقات بنا لئے اور ان کے نظامِ استخبارات کے بارے میں معلومات بھی اکٹھی کرلیں تاکہ وہ اپنی مہم کو مکمل کرسکیں۔لیکن وہ پھر بھی ایک مناسب وقت کا انتظار کرتے رہے۔وقت گزرنے کے ساتھ محافظوں نے دونوں مجاہدوں کی تلاشی لینا چھوڑ دی،اب بس وہ سلام کرتے،مسکراتے اور خیریت دریافت کرکے آگے بڑھ جاتے۔بس یہی وہ وقت تھا جس کا انتظار اللہ کے یہ دونوں سپاہی صبر سے کر رہے تھے۔انہوں نے بارود کو اپنے کیمروں میں بھرا،اور اس کو اللہ کے دشمن کے قریب لے جا کر پھاڑ دیا۔اللہ ہمارے ان دونوں بھائیوں کی استشہادی کارروائی قبول فرمائے۔اور ان کا شمار شہداء میں کرے۔(آمین)

حافظ ابن حجر نے حجاج رضی اللہ عنہ بن الات کا قصہ بھی بیان کیا ہے جس میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی اجازت طلب فرمائی کہ وہ قریشِ مکہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہر ایسی بات کہہ سکیں جس کو کہہ کر وہ مکہ والوں سے اپنی جائداد واپس لے سکیں۔الحجاج رضی اللہ عنہ بن الات السلامی نے اپنے اسلام لانے کو مکہ والوں سے چھپایا،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ انہیں مکہ والوں سے کوئی ایسی جھوٹ موٹ کی بات کہنے کی اجازت دیں جس کو کہہ کر وہ اپنی دولت وہاں سے نکال لائیں۔

الحافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:''ایسے حالات میں جھوٹ بولنے کی توثیق اس حدیث سے ہوتی ہے(جسکے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں اور اسے احمد رحمہ اللہ اور ابن حبان اور النسائی نے روایت کیا ہے اور الحاکم نے اسے صحیح کہا ہے) کہ کس طرح حجاج رضی اللہ عنہ بن الات السلامی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنی دولت کو مکہ سے نکالنے کے لئے کفار سے ہر ممکن بات کرسکیں۔اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اجازت دے دینا اور کہنا کہ مکہ والوں سے یہ کہہ دیں کہ خیبر والوں نے مسلمانوں کو شکست دے دی ہے۔الحجاج رضی اللہ عنہ بن الات السلامی کا یہ واقعہ جنگ کے دوران پیش

نہیں آیا''۔

(فتح الباری۔6/159)(الحافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ 4/215 میں یہ مکمل قصہ بیان کیا ہے)

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے اصحابِ کہف کا قصّہ بیان کیا ہے اوران کی لوگوں سے چھپنے کیلئے احتیاطی تدابیر کا بھی ذکر کیا ہے۔اوران کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے جوانہوں نے اپنے ایک ساتھی کوشہر بھیجتے ہوئے دیا:

فَابعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهِ اِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا اَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ○ اِنَّهُمْ اِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا اِذًا أَبَدًا(الکہف:20-19)

(اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کرشہر بھیجیں اوروہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔وہاں سے وہ کچھ کھانے کیلئے لائے۔اور چاہیئے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے،ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر بیٹھے۔اگر کہیں ان لوگوں کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو بس سنگسار ہی کر ڈالیں گے یا پھر زبردستی ہمیں اپنی ملت میں واپس لے جاہیں گے،اورایسا ہوا تو ہم کبھی فلاح نہیں پاسکیں گے)

ان تمام باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے دشمنوں کی ناپاک چالوں اورسازشوں سے بچنے کیلئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا،پردہ داری اوراخفاء،حقائق کوتوڑموڑکر پیش کرنا،ان سے دھوکہ دہی کرنا اوران سے غلط بیانی کرنا سب کچھ جائز ہے۔اورکسی مسلمان کوبھی ایسا کرنے پر ملامت یا سرزنش نہیں کی جاسکتی۔بلکہ درحقیقت ان باتوں سے فائدہ نہ اٹھانا اورنظرانداز کرنا اللہ کے دشمنوں کا مبلّغین اورمجاہدین کوکمزور کرنے،ان کی مقدّس جدّوجہد کوناکام بنانے اوران کے جہاد کو بے ثمر کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا برائے امنیات جو کہ مرکزِ ابوز بیدہ (اللہ آپ کی جلد رہائی کے اسباب فرمائے) نے جاری کیا ہے، میں یہ لکھا ہے: ''اسباب کو اختیار کرنے کا لازمی نتیجہ کامیابی نہیں ہے۔لوگوں کا یہ المیہ ہے کہ وہ اپنا پورا بھروسہ اسباب پر رکھتے ہیں۔لیکن ہم اسباب کو اختیار اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کا حکم ہے، اور عام طور پر ایسا کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔اور اگر کوئی بھائی مکمل اسباب اختیار کرتا ہے تو اسکو پکڑنا (اللہ کی مدد سے) اتنا آسان نہیں ہوگا۔

ابنِ قیم رحمہ اللہ اس آیتِ قرآنی: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اے محمد ﷺ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا'' (المائدہ: 67)

کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''نبی ﷺ کو اللہ تعالی کی یہ حفاظت کی ضمانت، نبی ﷺ کی احتیاطی تدابیر کی نفی نہیں کرتی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا، لیکن اس کا یہ بیان اسکے جہاد، اعداد، گھوڑوں کی تیاری، اسکی راہ میں جان قربان کرنے، اور دشمن کے خلاف احتیاطی تدابیر اٹھانے کے حکم سے متضاد نہیں۔(زاد المعاد 3/480)

یہ خیال رہے کہ اللہ پاک نے جس طرح شرعی قوانین بنائے ہیں اسی طرح کونی (مادی) قوانین بھی بنائے ہیں۔شرعی حکم کے طور پر اس نے ہمیں احتیاطی تدابیر کرنے کا حکم دیا ہے۔اور مادی معاملات میں اللہ کا یہ قانون ہے کہ احتیاط کرنے کا اس کے حکم سے اثر ہوتا ہے۔اسی طرح اگر کوئی شخص درخت اگانا چاہے تو اسے پہلے بیج بونا چاہیئے پھر اللہ پر توکل کرنا چاہیئے، اسی طرح جو استخبارات کی ایجنسیوں کے جال سے بچنا چاہتا ہو، اسے چاہیئے کہ حفاظتی اور احتیاطی تدابیر کرے اور پھر رب پر توکل کرے۔جیسے کہ الترمذی (2517) کی حدیث (جسے ابن حبان نے حسن کہا ہے) میں ہے کہ: ''ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور ان سے اپنے اونٹ کے بارے میں پوچھا کہ: ''میں اس کو باندھوں یا اللہ پر توکل کروں''؟ نبی ﷺ نے اسے جواب

دیا:''**اعقلها و توکل** '' پہلے باندھو اور پھر توکل کرو۔ میرے بھائیو اسباب کو استعمال کریں اور پھر اللہ پر توکل کریں۔ اس حدیث کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے:

''جو تکلیف تمہیں پہنچے گی اس سے تم بچ نہیں سکتے تھے، اور جس تکلیف سے تم بچ گئے ہو اس میں تمہارا مبتلا ہونا ممکن ہی نہیں تھا'' (الطبرانی نے روایت کیا اور یہ حدیث حسن ہے)

اب جب کہ یہ بات واضح ہو چکی ہے تو یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس حوالے سے لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ کچھ لوگوں نے اس معاملے میں مبالغہ آرائی شروع کر دی ہے اور شدّت پسند بن گئے ہیں یہاں تک کہ وہ بالکل مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ اپنے سائے سے بھی خوف کھاتے ہیں اور ہر آواز کو اپنے خلاف ہی جانتے ہیں۔ اور انہی لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو کہ دعوت اور جہاد کو کچھ مشکلات آ جانے کے بعد (جو کہ اسی کی لاپروائی کی وجہ سے آئی ہیں) بالکل ہی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا رخ پھیر لیتا ہے اور خبط و توہّم پرستی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کے دشمنوں کے بارے میں یہ گمان کرنے لگتا ہے (اللہ انہیں ناکام و نامراد کرے) کہ وہ ہر راز جانتے ہیں، بشمول ان رازوں کے جو کہ اب تک پوشیدہ ہیں۔ ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ان تمام باتوں سے جو یہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ خوف زدہ، وہمی، جاہل توکل اور یقین کے مضبوط سہارے کو تھامنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ یہ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے بارے میں خود بیان فرمایا ہے:

﴿**وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى**﴾ ''تم چاہے اپنی بات پکار کر کہو، وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات بلکہ اس سے مخفی تر بات بھی جانتا ہے''۔ (طٰہ: 7)

شہید عبداللہ الرشود (اللہ ان کو شہادت کے اعلیٰ مقام سے نوازے) اپنے ایک خطبہ میں (جو کہ بعد میں ''**ولله العزة ولرسوله وللمومنين**'' کے عنوان سے تقسیم ہوا) میں کہتے ہیں:

''مجھے یہ یاد پڑتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ علم دین کے ایک طالب علم کے منہ سے ایک انتہائی گھٹیا

بات سنی۔ وہ کہہ رہا تھا: ''عزیز بھائیو! آپ جانتے ہیں؟ واللہ! پینٹا گون کے اوپر تو مکھی بھی پر نہیں مار سکتی'' اللہ کی قسم اس نے یہ کلمۂ کفر کہا ہے۔﴿یَعۡلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ هُمۡ غٰفِلُونَ﴾ '' لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ خود ہی غافل ہیں''۔ (الروم: 7)

یہ یقین کی کمی ہے۔ اللہ سے بے التفاتی! اس کا یہ ایمان ہی نہیں کہ اس کو ایک دن اللہ کے سامنے کھڑے بھی ہونا ہے۔ اس کے اندر ایمان نہیں رہا کیونکہ ایک مومن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسی بات کہے۔ اور اگر وہ مومن ہوتا تو قطعاً ایسی بات نہ کہتا۔''

امریکہ کے یہ خود شکست خوردہ غلام، فدائیوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کے علاوہ اور کسی کام کے نہیں ہیں۔ شیخ حسین بن محمود نے ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے **البحث عن الحریہ** جس کا انگریزی ترجمہ In Pursuit of Freedom کے نام سے دستیاب ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے اس آزادانہ اور غلامانہ ذہنیت کے حوالے سے جامع بات کی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر، کائنات کے مالک نے یہ دکھایا کہ صرف مکھی ہی نہیں اڑتے ہوئے مجاہدین بھی پینٹا گون کے سیدھے اندر گھس سکتے ہیں۔ یہ واقعہ ان جاہل، وہمیوں کی ایک عملی تردید ہے۔

میں نے کچھ ایسے نوجوانوں سے ملاقات کی جو کافی مشکلات کاٹنے کے بعد قید سے رہا ہوئے تھے اور انہوں نے تحقیق کے دوران ایک دوسرے کے خلاف اعترافات بھی کئے تھے۔ جیسے ہی میں ان کے پاس بیٹھا، تو ان میں سے ایک فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور ریڈیو کو چلا کر ایک ایسے چینل پر لگا دیا جس پر شور اور کھڑ کھڑاہٹ کے علاوہ کچھ نہ تھا، میں نے ان سے گزارش کی: ''تم نے ریڈیو کیوں لگایا ہے، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کو بند کر دو تا کہ ہم ایک دوسرے کی گفتگو سن سکیں۔'' انہوں نے جواب دیا: ''یہ ضروری ہے تا کہ اگر یہاں کوئی آواز سننے والا خفیہ آلہ لگا ہوا ہے، تو اس کی کارکردگی کو یہ متاثر کر دے''۔ میں نے انہیں کہا: ''یہ آپ کا ہی گھر ہے، اور ہماری

گفتگوتو محض ذاتی نوعیت کی ہے، ہم نہ ہی کسی خفیہ معاملہ پر بات کر رہے ہیں اور نہ ہی جنگ کے بارے میں، بلکہ ہم نے تو دعوت کے بارے میں بھی گفتگو نہیں کی!!! میں نہیں سمجھتا یہ عجیب و غریب شور، شک وشبہ میں اضافہ کے علاوہ بھی کچھ کرسکتا ہے۔

ان میں سے کچھ ایسے ہیں کہ **اگر آپ ان سے فون پر بات کریں تو ایسے گھما پھرا کر اور code words میں گفتگو کریں گے کہ جس کی بالکل بھی ضرورت نہ ہوگی، اور صورتِ حال بھی اس کا تقاضا نہ کر رہی ہوگی۔** بعض اوقات تو الفاظ اتنے بیوقوفانہ ہوتے ہیں کہ بالکل ہی مختلف زبان بن جاتی ہے۔ اور بعض اوقات آپ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ اور اگر اللہ کے دشمن یہ باتیں سن رہے ہوں تو وہ اس کو بہت زیادہ اہمیت دیں اور یہ سمجھیں کہ اس خاص زبان کے پیچھے نیویارک اور واشنگٹن پر حملوں سے بھی زیادہ اہم کاروائیوں کی پلاننگ کی جارہی ہے جبکہ گفتگو تو بالکل معمولی اور ادنیٰ نوعیت کی ہوتی اور ان کوڈز اور کنایوں کی بالکل ضرورت نہ تھی۔

بہت دفعہ تو یہی بہتر ہوتا ہے کہ گفتگو کرتے وقت واضح بات کی جائے کیونکہ ایسا کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہوتا اور خفیہ گفتگو کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن بعض لوگ تو سختی سے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مبہم اور غیر واضح گفتگو کی جائے۔ بالکل ایسے ہی کہ **اگر کوئی آپ کو فون کرے اور کہے "میرے پاس تمہارے لیے ایک امانت ہے" یا یہ کہے "مجھے ایک اہم کام کے لیے تمہاری ضرورت ہے"۔ جبکہ امانت محض مٹھائی کا ڈبہ یا کپڑے وغیرہ ہوں۔** یعنی ایسی چیزیں ہوں جن کے ظاہر کرنے میں کوئی نقصان نہ ہو، اور اہم کام کھانے کی ایک دعوت ہو لیکن یہ بیوقوف لوگ مبہم اور ڈرامائی گفتگو کو پسند کرتے ہیں، یہ نہیں جانتے کہ ایسے حالات میں ایسی باتیں سودمند نہیں بلکہ نقصان دہ ہوتی ہیں۔ خاص طور پر اگر یہ باتیں ایک ایسے شخص سے ہو رہی ہوں جس کا اصل میں حکومت پیچھا کر رہی ہو یا اس کی ہر call اللہ کے دشمن سن رہے ہوں۔

اگر ان میں سے کوئی گرفتار ہو جائے اور ہزار ہا قسمیں بھی کھالے تو بھی اللہ کے دشمن یہ بالکل

نہیں مانیں گے کہ گفتگو میں مذکورہ امانت تو محض ایک معمولی سی چیز تھی اور اہم کام کھانے کی دعوت تھی۔اور وہ ان کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک ان کے ناخن نہ اکھیڑ ڈالیں یا ان کی کھال نہ ادھیڑ دیں، یہاں تک کہ وہ ہتھیاروں اور دھماکہ خیز مواد کا اعتراف اور ان عسکری میٹنگز اور اہم جماعتی رازوں کا انکشاف نہ کریں جو کہ اُن استعاروں اور کنائیوں میں پوشیدہ تھے۔

بعض لوگ تو اللہ کے دشمنوں کے سامنے ہر چیز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور بغیر کسی معمولی تشدّد اور دھمکی کے اپنے سارے روابط ظاہر کر دیتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ سنا ہے یا پڑھا ہے کہ ایک نئی ٹیکنالوجی آئی ہے جس میں اگر ایک شخص کی آواز کو ایک مشین میں ڈالا جائے تو سیٹلائیٹ کے ذریعے اس کی تمام ٹیلیفون calls کو سنا جا سکتا ہے۔ جیسے شائد اس کی گفتگو ''عام تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں'' کے بارے میں تھی!!!اور اس وجہ سے وہ حکومت کے ایجنٹوں کے سامنے جھوٹ بولنے کو مناسب نہیں سمجھتے، کیونکہ ان کے جھوٹ کو نئی ٹیکنالوجی کے ذریعے فاش کر دیا جائے گا۔ **میری سمجھ نہیں آتا کہ ایک مسلمان کا کیا نقصان ہو جائے گا اگر اللہ کے دشمنوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسنے ان سے جھوٹ بولا ہے اور وہ اس کو ملزم ٹھہرائیں۔ یا شائد وہ امید رکھتا ہے کہ وہ اس کو اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی سند دیں، یا وہ کائنات کی سب سے زیادہ ناقابلِ اعتبار، گمراہ کن، دغاباز اور کمینی مخلوق سے جھوٹ بولنے سے شرماتے ہیں۔ جبکہ اس کا جھوٹ تو محض دعوت و جہاد کی حفاظت کرنے اور اپنے اور اپنے بھائیوں سے ظلم وستم دفع کرنے کے لئے تھا۔ لیکن جہاں تک کفّار کے گہرے جھوٹوں کا تعلق ہے تو وہ صرف دعوت کے خلاف سازشیں بننے، جہاد کو ختم کرنے اور مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے اور ان کو اپنا تابع کرنے کے لئے ہیں۔**

(شیخ فارس الزہرانی[ابو جندل الازدی] (اللہ ان کی جلد رہائی کا بندوبست فرمائے) اپنی

کتاب تحریض المجاهدین الابطال علی احیاء سنۃ الاغتیال میں قاتلانہ حملوں کی ٹریننگ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''**مجاہدین کے لئے ایک نصاب ترتیب دیا جانا چاہئے جس میں امنیات اور مخبری کے حوالے سے کتابیں ہوں، اور مجاہدین کی حس کو چمکایا جائے تا کہ وہ یہودیوں اور نصرانیوں کی خود پسند اور اپنے بارے میں مبالغہ آرائی کرنے والی خفیہ ایجنسیوں کے بارے میں خبردار رہے**۔ اور مبالغہ آرائی کے ان پروپیگنڈوں سے بھی جو کہ holly wood کی فلموں اور عالمی میڈیا کے ذریعے کئے جاتے ہیں۔ لوگ CIA,FBI اور Mossad کی صلاحیتوں سے خوف زدہ ہیں جبکہ وحدہ لاشریک نے ان کی حقیقت کینیا اور تنزانیہ (CIA ہیڈکوارٹرا اور امریکی ایمبیسیاں)، عدن (یمن۔ USS Cole جنگی جہاز)، نیویارک (ورلڈ ٹریڈ سنٹر)، واشنگٹن (پینٹا گون) اور لندن پر مجاہدین کے مبارک حملوں سے کھول دی ہے۔)

یہ کچھ مثالیں تھیں افسوسناک حد تک اللہ کے دشمنوں سے متاثر ہونے کی، یہاں تک کہ ان کی موجودہ ٹیکنالوجی اور صلاحیتوں کے آگے بالکل ڈھے جایا جائے۔ مثالیں۔۔۔ خوف و دہشت میں شدّت پسندی اور مبالغہ آرائی کی۔۔۔ اور ایسی احتیاط کی کہ جو انسان کو مضحکہ خیز بنا دے۔

اسی وقت دوسری طرف کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس اہم معاملے کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، یہ ایک انتہائی خطرناک لاپروائی ہے، وہ اسے بالکل اہمیت نہیں دیتے اور اس کو غلط سمجھتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ تمام خفیہ معلومات لکھی ہوئی، ان کے نوٹس، اہم تاریخیں، ملاقات کے مقام، اہم منصوبے، تنظیم یا جماعت کے بارے میں تفصیل، پیسے کے آنے کے ذرائع، پیسے کے خرچ ہونے کی مدّات...... اور بھی بہت کچھ ایک صفحہ پر لکھا ہوا ہے، اور اس سے بڑھ کر یہ سب کچھ واضح الفاظ میں بغیر کسی کوڈ کے لکھا ہوا ہے، جبکہ ہم ٹیکنالوجی کے دور میں ہیں!!!۔ اور اگر ایک اہم خط اس تک آئے جو کسی تنبیہ سے متعلق ہو یا اجتماعی معاملات سے متعلق یا حفاظت سے متعلق تو وہ خط اس کی جیب میں کئی دنوں اور ہفتوں تک پڑا رہے گا، مجھ سے نہ پوچھئے گا، کیوں؟

لیکن شائد وہ اسے یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے اور بعض اوقات تو یہ خط اس کے گھر میں کئی مہینے بلکہ کئی سال تک ضائع ہوئے بغیر رہتا ہے، جیسا کہ انتظار کر رہا ہے کہ اللہ کے دشمن آئیں اور اسے ایک اچانک غیر متوقّع چھاپے میں ایک بڑی مچھلی کی حیثیت سے اٹھالیں، یا وہ انتظار کر رہا ہے اچانک قید کا، جس میں وہ تحقیق کے دوران دائیں بائیں بھی نہ دیکھ پائے، کیونکہ اس حالت میں وہ رقعہ اس کے خلاف ایک ثبوت ہوگا۔

دشمن کو دھوکہ دینے کے طریقوں کو بالکل نظر انداز کرنے کا سب سے خطرناک پہلو، ساتھیوں کی گرفتاری اور جہاد کے کام کو نقصان پہنچنا ہے۔ کبھی آپ ایسا کرنے والے کو کفّار کے مواصلاتی نظاموں پر اندھا اعتماد کرتا ہوا پائیں گے۔ اور اگر کہیں اسے کوئی ساتھی ہوشیار اور محتاط رہنے کی نصیحت کرے یا ملاقاتوں کے بارے میں گفتگو نہ کرنے کا کہے یا کسی خط کو پڑھنے کے بعد جلا دینے کا کہے یا جب اور جہاں اللہ کے دشمنوں کی نظر میں ہونے کا خطرہ ہو وہاں ساتھیوں کے اصل نام اور پتے ساتھ نہ رکھنے کا مشورہ دے یا یہ معلومات کسی ایسے ساتھی کو نہ دینے کا مشورہ دے جس کے اعداء اللہ کے ہاتھوں پکڑے جانے کا امکان ہو، جب بھی اسے کوئی ساتھی ہوشیار رہنے کا مشورہ دے گا تو یہ شخص فوراً غصہ سے بھر جائے گا اور الٹا مشورہ دینے والے ساتھی سے ناراض ہو جائے گا اور اسے ملامت کرے گا اور بعض اوقات اُس کے اِس مشورہ کو شرمناک، دلسوز اور بزدلی قرار دے گا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شخص اس وقت کیا کہے گا جب یہ کچھ بھائیوں کو جن کو کفّار تلاش کر رہے ہوں ایک چھوٹے سے ایسے غار میں چھپا بیٹھا دیکھے گا جس میں سانپ کے بلوں کے سوراخ ہوں گے اور اس میں دو آدمیوں سے زیادہ کی گنجائش بھی نہ ہوگی (جیسا کہ افغانستان اور دوسرے مقامات پر ہوتا ہے۔)

درحقیقت ایسے شخص کو سختی سے جھڑکنے اور ڈانٹ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کا اصل مسئلہ

یہ ہے کہ وہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ سے ناواقف ہے اور اس کا یہ مزاج میدانِ جہاد سے دور رہنے، کسی سنجیدہ دینی کام کو نہ کرنے، ایک پر تعیّش زندگی گزارنے اور اپنی زندگی میں طواغیت کے باطل حفاظتی انتظامات کا عادی ہونے کی وجہ سے بنا ہے۔

اس لاپرواہی، نظرا ندازی اور بے ترتیبی کی وجہ سے کئی اہم سرگرمیوں کو دھچکے اور ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جس نے بہت سے مسلمانوں کو مایوس کیا ہے۔ اور اللہ کے دشمنوں کے سر بلند ہوئے ہیں جس کا وہ اظہار عوام الناس کے سامنے اپنے حفاظتی انتظامات اور خفیہ ایجنسیوں کی دہشتگردی کے خلاف فتح و کامیابی کے اعلان سے کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ناکامیاں نہ تو اللہ کے دشمنوں کی حفاظتی اقدامات کا نتیجہ ہیں اور نہ ہی ان کے سراغ رسانی کے پیچیدہ نظام کا بلکہ یہ صرف ساتھیوں کا اس موضوع کو نظر انداز کرنا ہے اور اسکو مناسب اہمیت نہ دینا ہے جو اس واقعہ کا باعث بنا۔

ابوبکر ناجی (حربی منصوبہ بندی کے مشہور تجزیہ نگار اور مشیر) اپنی شاہکار کتاب ادارۃ التوھّش (افراتفری کا روک تھام) میں ایک چھوٹی سی مثال کے ذریعے اس بات کو سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کبھی ان میں سے کسی ایک کو کچھ خاص کاغذات اور خط دئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ انہیں پڑھ کر فوراً جلا دینا لیکن جلانے کے بجائے وہ اسے اچھی طرح چھپا کر رکھ دیتے ہیں۔ اور جب کبھی ان کے گھر کی خفیہ ایجنسیوں والوں کے ذریعہ تلاشی لی جاتی ہے تو وہ اللہ کے دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتے ہیں۔ یہ چیز ان کے لئے ایک نیا کیس اور بے پناہ تحقیق کا نیا باب کھول دیتی ہے۔ اور جب ان سے جیل میں پوچھا جاتا ہے کہ آپ نے اُن کاغذات کو ضائع کیوں نہیں کیا جبکہ آپ سے ایسا کرنے کو کہا گیا تھا، تو وہ جواب دیتے ہیں: ''یہ میرے لئے ممکن نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے اتنے عظیم علماء اور کمانڈروں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں ضائع کردوں!!!''۔

مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ مجرمانہ تنظیموں کے مادہ پرست اور دنیا دار کارکن جن میں سب سے

اوپر صہیونی، صلیبی اور کافروں کی افواج اور ان کی ایجنسیاں ہیں۔اس کے علاوہ مختلف وطنی آزادی کی تحریکیں، کیمونسٹ، ماؤ تحریک ،اور مختلف باغیانہ تنظیمیں اور اسکے ساتھ ساتھ عالمی مافیا کے گروہ بھی اسی میں شامل ہیں عسکری کاروائیوں کے اصولوں کے ماہر ہوتے ہیں۔آپ انہیں دیکھیں گے کہ جب بھی وہ کسی کاروائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اپنے ہدف ،سامان اور اسلحہ کے بارے میں کاروائی میں شریک کارکنان کے علاوہ کسی کو بھی خبر نہیں ہونے دیتے اور یہاں تک کہ کاروائی میں شریک ساتھی بھی اس سے زیادہ نہیں جانتے جو کہ جاننا ان کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جہاں تک تعلق ہے اسلحہ کے ذرائع کا، گوداموں کا،اور یہ کہ اسلحہ کہاں سے آیا ؟اور کون لے کر آیا؟ ان تمام باتوں کا دوسروں پر ظاہر ہونا خطرناک عسکری غلطی ہے،اور ہر وہ شخص جو کہ اپنی کاروائی سے مخلص ہے یہ باتیں کسی ایسے شخص کو نہیں بتائے گا جس کے لئے ان کا جاننا ضروری نہیں۔اسی وجہ سے جن کاروائیوں میں ان باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے وہاں خطا اور ناکامیوں کا تناسب ان کاروائیوں کی بہ نسبت بہت کم ہے جن میں کچھ درویشوں کی لاپرواہیوں اور عسکری کاروائی کے علاقہ میں بیوقوفانہ اور احمقانہ حرکتیں کرنے سے ہر منسلک ساتھی پکڑا جاتا ہے۔ مسلمان کو تو ان معاملات میں سب سے زیادہ منظّم ،رازدار، ہوشیار ہونا چاہئے کیونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سیرتِ مبارکہ اس حوالے سے کئی اسباق اور احکام سے بھری پڑی ہے۔جن میں سے چند مثالوں کا پیچھے ذکر ہوا ہے۔ **جہاد کو درویشوں اور سادھوؤں کی نہیں عقابوں اور چیتوں کی ضرورت ہے!!!** نسائیکلوپیڈیا برائے امنیات میں تحریر ہے کہ:

”یہ انتہائی شرمندگی کی بات ہے کہ مافیا والے جو کہ صرف دنیاوی مفاد کے لئے کام کرتے ہیں ہمارے ساتھیوں سے کئی گنا زیادہ بہتر احتیاطی اور حفاظتی طریقۂ کار جانتے ہیں۔جبکہ حفاظتی تدابیر کا نام قطعاً بزدلی نہیں ہے۔جبکہ جہاد ایک ایسا کام ہے جو کہ احتیاطوں سے بندھا ہوا ہے۔اور ہمارے رب کا حکم ہے: **خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا**......(النساء:71)

(اپنے بچاؤ کا سامان ہر وقت اپنے ساتھ رکھو اور نکلو......) ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ایسے انداز میں کام کریں جس کا ہمیں ہمارے رب نے اپنی کتاب اور نبی ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے حکم دیا ہے۔ مجاہد کا تو کام ہی خطرات سے کھیلنا ہے۔ **لیکن کتنا فرق ہے ایک ایسے شخص میں جو رک رک کر اور سوچ سمجھ کر آگے بڑھے اور ایسے شخص میں جو خطرہ کی زمین میں بھی اودھم مچائے رکھتا ہے۔**

کتنا افسوس ہوتا ہے جب میں کچھ نوجوانوں کو دیکھتا ہوں جو اس معاملے میں نصیحت سننا بالکل پسند نہیں کرتے، وہ جو کہ اپنے ساتھیوں کی غلطیوں سے سبق نہیں سیکھتے بلکہ ان کی غلطیوں کو دہراتے ہیں۔ **جب کبھی وہ جہادی کارروائی کا ارادہ کرتا ہے اور کوئی نیا ہتھیار خرید تا ہے تو اس کا اطمینان اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ ہر ملنے والے کو جہادی کارروائیوں کے بارے میں اپنی تمام خواہشات، تمنّائیں اور منصوبے سرسری طور پر نہیں بلکہ پوری تفصیل سے نہ بتا دے اور پھر اسے پتا ہی نہیں چلتا کہ اس پر اچانک چھاپہ کیوں مارا گیا؟ اس سے پوچھ گچھ کیوں ہوئی؟ اور اس کے منصوبوں کا سراغ اللہ کے دشمنوں کو کیسے لگا۔**

لاپرواہی کی مثالوں میں سے یہ بھی ہے کہ کچھ نوجوان جن کو اللہ نے اپنی راستے کے لئے چنا ہے، ہتھیاروں کو اسی قبائلی یا گروہی فخر کے اظہار کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے زمانۂ جاہلیّت میں کرتے تھے۔ آپ انہیں دیکھیں گے: اپنے اسلحہ کی کھلی نمائش کرتے ہوئے، اپنی گاڑیوں کے اردگرد، بازار میں، یا اِدھر اُدھر جاتے وقت اپنی بندوق اور اسلحہ کو سینے پر سجائے ہوئے اور بعض اوقات ایک RPG بھی......، ڈرا دینے والی لاپرواہی کے ساتھ، وہ اس کو ہر کسی کو دکھاتا پھرے گا اور کبھی کسی کو یہ ہتھیار پکڑنے کے لئے دے بھی دے گا۔ اور اگر کہیں اسے کوئی ساتھی نصیحت کرے یا یاد لائے یا خبردار کرے کہ اس کی یہ لاپرواہی اس راستے کے راہیوں کے لئے بالکل نامناسب ہے، اور یہ کہ اس کا جاہلیت کا زمانہ بیت چکا ہے، اور یہ کہ اس

کے چہرے پر داڑھی کے چند بال آجانے کے بعد اور جہادی تحاریک سے منسلک لوگوں سے تعلق کے بعد اللہ کے دشمنوں کا اس کے حوالے سے زاویہ نظر تبدیل ہو چکا ہے...... جب بھی اسے کوئی ایسی نصیحت کرے گا، وہ فوراً گستاخانہ رویّہ اپنا لے گا اور الٹا ناصح کو کمزور اور بزدل کا خطاب دے ڈالے گا۔ وہ کہے گا: ''تم اتنی مبالغہ آرائی کیوں کرتے ہو؟ یہ تو عام اور معمولی سی بات ہے!''۔ وہ اس وقت تک کوئی نصیحت نہیں مانے گا جب تک معاملہ ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ اور اگر وہ گرفتار ہو جائے اور اپنی لاپروائیوں کی وجہ سے آزمایا جائے تو پھر زیادہ دیر تک یہ باتیں عام اور معمولی نہیں رہیں گی اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ آزمائش اور امتحان میں پڑھنے کے بعد بالکل ہی پھر جاتے ہیں اور خلجان و توہّم پرستی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آپ انہیں اپنے سائے سے بھی خوف کھاتے ہوئے دیکھیں گے، جدید ٹیکنالوجی کے آگے ڈھیر ہوتے ہوئے، اور اللہ کے دشمنوں کی ایجنسیوں کی خوفناک اور سحر انگیز صلاحیتوں سے متاثر ہوتے ہوئے کہ جنہوں نے کمال مہارت سے اس کے اسلحے اور RPG راکٹوں کو دریافت کر لیا۔ انسائیکلو پیڈیا برائے امنیات میں ہے کہ:

''وہ دروازہ کہ جس سے شیطان ہمارے اندر گھستا ہے اپنے ساتھیوں کو حفاظتی تدابیر اختیار کرنے پر اپنے سے کمتر اور بزدل جاننا ہے۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ جب تک وہ اللہ کی راہ میں نکلا رہے گا تو بے فکر اور بے احتیاط رہے گا اور جس چیز کو چاہے بزدلی سمجھے گا۔ لیکن حقیقت میں اللہ کی نظر میں تحفظ کے اقدامات اٹھانا ہی اصل توکل ہے۔ جبکہ ہمارا یقین یہ بھی ہے کہ: ''جو تکلیف تمہیں پہنچے گی اس سے تم بچ نہیں سکتے''۔

''ذہین آدمی وہ ہوتا ہے جو دوسروں کی خطاؤں سے سبق سیکھے۔ سو جس طرح تمہارے اوپر اپنے مسلمان بھائی کو دشمن کے حوالے کرنا حرام ہے اسی طرح اس کے راز ظاہر کرنا بھی حرام ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو تم اس بات کو کیسی نظر سے دیکھو گے کہ ایک لاکھوں کی آبادی والے شہر میں ایک

ساتھی پکڑا جائے؟ دشمن اس تک کیسے پہنچا؟ یقیناً اس نے خود یا اس کے کسی ساتھی نے اپنے cover کو ظاہر کر کے دشمن کے ہاتھوں پکڑوا دیا۔''

نبی ﷺ کی دی گئی رہنمائی کے مطابق:

لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین (بخاری، کتاب الادبِ، مسلم، کتاب الرقاق) (مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا)

یہی وہ حدیث ہے جس کو ہم نے اپنے اس رسالہ کا عنوان چنا ہے، جبکہ ہمارے کئی ساتھی جن میں چار مترجم بھی شامل ہیں کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکے ہیں۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کا بوجھ ہلکا فرمائے، ان کے یقین کو مضبوط فرمائے، ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائے، ان کی ہمتوں کو بڑھائے، ان کے دلوں اور چہروں کو منور فرمائے، ان کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ان کی جلد رہائی کے اسباب مہیا فرمائے۔ آمین

قُلْ لَنْ يُّصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ''ان سے فرما دیجیے ہمیں ہرگز کوئی برائی یا بھلائی نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نہ ہمارے لئے لکھ دی ہے۔ اللہ ہی ہمارا مولا ہے اور اہل ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے)۔ (التوبہ: 51)

احتیاطی تدابیر اور امنیات کو استعمال کرنا اپنی جہادی زندگی کی ابتداء سے ہی شروع کرنا چاہئے جبکہ آپ کسی تنظیم، گروہ یا جماعت میں بھی شامل نہ ہوں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے کتنے ہی بھائی اس کی اہمیت کو اس وقت تک نہیں مانتے جب تک کوئی مہلک حادثہ نہ ہو جائے یا خود کو یا کسی ساتھی کو گرفتار نہ کروا بیٹھیں۔

بس پھر وہ اللہ کے دشمنوں سے ڈر جائے گا اور ان کی حفاظتی اور مخبری کے نظام کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے گا، اور بجائے اس کے کہ اپنی اس مایوسی کو اپنی حماقت، بیوقوفی اور لاپرواہی سے منسوب کرے وہ اس کو اللہ کے دشمنوں کی ذلیل خفیہ ایجنسیوں کی مہارت قرار دے گا۔

سچ بات تو یہ ہے کہ نہ تو لاپراوہی مطلوب ہے اور نہ ہی خوف و ہراس میں شدّت پسندی بلکہ حق تو اعتدال کا راستہ ہے۔اس راستے کے تمام ساتھیوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس عظیم جہاد کے معیار پر پورا اترتے ہوئے اس کے مزاج کو سمجھیں، دشمن کی تمام سازشوں، منصوبوں اور طریقۂ کار کو سمجھیں اور اخفاء اور حفاظت کے لئے تمام احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لائیں۔لیکن نہ تو اختباط و خوف کا شکار ہونا ہے اور نہ ہی لاپرواہی کا!!!

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو فتح و نصرت سے نوازے اور اپنے دشمنوں کو ناکام و نامراد کرے۔آمین۔

﴿وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلَیٰ أَمْرِہِ وَلٰکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُونَ﴾ ”اور اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں“۔(یوسف:21)

اسلامی قوانین بدلنے والے کے بارے میں

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتوی

آخری قسط

فصل

ان شرائع اسلام سے انکار کرنے والوں سے قتال باغیوں سے قتال نہیں بلکہ مرتدین سے قتال ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوارج کے ساتھ قتال کرنے کی روایات کثیر تعداد میں موجود ہیں اور اہل علم کے نزدیک متواتر ہیں جنھیں بخاری رحمہ اللہ نے تین طرق سے روایت کیا ہے۔امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: خوارج کے بارے میں احادیث صحیح ہیں دس طرق سے مروی ہیں جنھیں مسلم نے روایت کیا ہے سنن ومسانید میں دیگر طرق بھی ہیں۔ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: یہ اپنی نمازوں کے مقابلے میں تمہاری نمازوں کو حقیر جانیں گے اور تمہارے روزوں کو اپنے روزوں، تمہاری قراءت کو اپنی قراءت کے مقابلے میں۔قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نیچے نہیں جائے گا۔یہ اسلام سے ایسے خارج ہوں گے جیسے تیر کمان سے، انہیں جہاں پاؤ قتل کردو قیامت کے دن ان کے قتل کا اللہ کے ہاں اجر ہوگا۔اگر میں انہیں پاؤں تو عاد کے قتل کی طرح قتل کروں گا ان لوگوں کے ساتھ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ ان کے قتل پر اتفاق کیا اور سلف وائمہ نے ان کے قتال میں اختلاف نہیں کیا جیسا کہ صفین وجمل میں کیا ہے۔فتنہ قتال میں (صفین وجمل) صحابہ رضی اللہ عنہم کے تین گروہ تھے:

① علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے۔

② ان کے خلاف۔

③ غیر جانبدار

جبکہ خوارج کے بارے میں ایک بھی صحابی نے اختلاف نہیں کیا۔

صحیح بخاری میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:﴿تمرق مارقة علی حین فرقة من المسلمین تقتلهم أولی الطائفتین بالحق. وفی اللفظ أدنی الطائفتین الی الحق﴾. ''مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک فرقہ نکلے گا اور ان سے حق کے قریب ترین فرقہ قتال کرے گا۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی بنسبت حق کے زیادہ قریب تھے۔اور یہ جو اسلام سے نکلنے والا گروہ تھا اس کا حکم ان دونوں میں سے کسی کا بھی حکم نہیں تھا۔بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکلنے والے گروہ کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا تھا بلکہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ:

﴿ان ابنی هذا سید و سیصلح اللّٰه به بین الطائفتین عظیمتین من المسلمین﴾.''میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اس بناء پر کہ اللہ ان کے ذریعے مسلمان گروہوں میں صلح کروائے گا جب ان کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی اور انھوں نے قتال ترک کر دیا اور زیادہ صحیح راستہ (صلح کا) اختیار کر لیا اور اپنے ساتھ صلح کرنے والے کا خون نہیں بہایا۔اگر قتال کا حکم ہوتا تو حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف اللہ کے حکم کو ترک کرنے اور منع کردہ پر عمل کرنے کی وجہ سے کبھی نہ ہوتی۔

اہل قبلہ میں سے جو قتال کے مستحق ہوں ان کے ساتھ قتال کرنے میں علماء کی دو رائے ہیں:

① حروراء، جمل اور صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے قتال کو بعض لوگ باغیوں کے خلاف قتال کہتے ہیں اور اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قتال مانعین زکاۃ کے خلاف بھی اسی طرح جو بھی اہل قبلہ کے خلاف قتال ہو جیسا کہ ابوحنیفہ وشافعی اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے ماننے والوں سے بھی منقول ہے۔ یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاسق نہیں تھے بلکہ سب عدول تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ اہل بغی عدول ہیں باوجود یہ کہ ان کے خلاف قتال ہوگا وہ اس طرح کی غلطی کرنے والے شمار ہوں گے جس طرح مجتہدین فروعی مسائل میں غلطی کرتے ہیں۔ ابن عقیل نے اس رائے کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں باغی فاسق ہیں ان لوگوں نے اپنے زمانے کے باغیوں کو دیکھا کہ وہ فاسق تھے تو انھوں نے اُس دور کے باغیوں کو بھی ایسا ہی سمجھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ ان (فساق) میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو شامل نہیں سمجھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض خواہش پرست معتزلہ فاسق کہتے ہیں جیسا کہ بعض اہل خواہش خوارج وروافض صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں (نعوذ باللہ) جبکہ یہ ائمہ فقہاء اہل سنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے۔

یہ لوگ یہ بھی نہیں کہتے کہ ان (باغیوں کے) اموال محفوظ ہیں اور قتال کے دوران جو مال برباد ہوا ان کا معاوضہ مالک کو نہیں دیا جائے گا۔ جمہور کہتے ہیں کہ قتال میں برباد ہونے والے مال کا معاوضہ کسی کو نہیں دیا جائے گا دونوں گروہوں (فساق وباغیوں) کو۔ زھری رحمہ اللہ کہتے ہیں: فتنہ جب برپا ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد موجود تھی انھوں نے اس بات پر اجماع کیا کہ قرآن کی تاویل کرنے والوں میں سے جس کی جان ومال برباد ہوا تو وہ رائیگاں ہے۔ کیا جنگ کے دوران ان کے اسلحہ سے مدد لینی چاہیے جبکہ ضرورت بھی نہ ہو؟

اس میں دو رائے ہیں:

① احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں: جائز ہے۔ شافعی رحمہ اللہ منع کرتے ہیں۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے رخصت دی ہے۔ ان قیدیوں کے قتل بھاگنے والوں کے تعاقب کرنے ان کے زخمیوں پر حملہ

کرنے میں اختلاف ہے ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جائز کہا ہے ۔شافعی رحمہ اللہ نے منع کیا ہے ۔احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں بھی یہی مشہور ہے۔احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں ہے کہ قتال کی ابتداء میں بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا۔اگران کا کوئی گروہ نہ ہوتو پھران کے قیدیوں کوقتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ سعید وغیرہ مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا علی رضی اللہ عنہ کی طرف جمل والے دن اعلان ہوا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا جائے گا زخمی کو کچھ نہیں کہا جائے گا جس نے دروازہ بند کرلیا وہ امن میں ہے جس نے ہتھیار ڈال دیا وہ امن میں ہے۔

جبکہ یہ خیال کہ یہ تاتاری تاویل کرنے والے باغیوں کی طرح ہیں ان کے بارے میں انہی کی طرح کا فیصلہ کیا جائے گا جس طرح کہ کسی نے مانعین زکاۃ اورخوارج کو بھی انہی میں شامل کیا ہے،ہم ان شاء اللہ اس رائے کی خرابی واضح کردیں گے۔

② دوسرا طریقہ (یعنی اہل بغی ،خوارج اور مانعین زکاۃ کومختلف گروہ سمجھنا)مانعین زکاۃ اورخوارج وغیرہ کے خلاف قتال جمل وصفین والوں کے خلاف قتال کی طرح نہیں ہے، یہ جمہور ائمہ متقدمین سے منقول ہے۔اسی کو وہ اہل سنت والجماعت کے اعتقاد میں ذکرکرتے ہیں یہی مذہب ہے اہل مدینہ امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا ائمہ حدیث احمد رحمہ اللہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ان کے مابین فرق کوائمہ نے کئی جگہ واضح کیا ہے۔ **یہاں تک کہ اموال کے بارے میں بھی کسی نے خوارج کے مال کو بطور غنیمت کے لینا جائز قرار دیا ہے** احمد رحمہ اللہ نے ابوطالب کی روایت میں بیان کیا ہے حروریہ کے بارے میں ان کا ایک گاؤں میں حصہ تھا وہ مسلمانوں کے خلاف قتال کے لیے نکلے مسلمانوں نے ان سے قتال کیا توان کی زمین مسلمانوں کے لیے مال فئ ہے اسے تقسیم کیا جائے گا اس کے پانچ حصے ان لوگوں کے لیے ہیں جو قتال میں شریک رہے یا امیر مسلمانوں کے لیے خراج رکھے اور تقسیم نہ کرے ۔جس طرح عمر رضی اللہ عنہ نے السواد کو زبردستی قبضہ کیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خوارج کی زمین کو بھی کفار کی

زمین کی طرح غنیمت قرار دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ طریقہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ نص اور اجماع سے ان فرقوں کا فرق واضح ہو چکا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی فرق واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نص موجود ہونے کی بناء پر خوارج سے قتال کیا اور اس پر خوش بھی تھے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس پر اختلاف یا اعتراض نہیں کیا۔ جبکہ صفین کے قتال کو انھوں نے ناپسند کیا اہل جمل وغیرہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ہمارے بھائی ہیں جنھوں نے بغاوت کر دی (ہم پر زیادتی کی) تلوار نے انہیں پاک کر دیا۔ دونوں گروہوں نے لڑنے والے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھی۔ جبکہ خوارج کے بارے میں صحیحین میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے:

﴿ستخرج قوم فی آخر الزمان حداث الأسنان سفهاء الأحلام يقولون من خير قول البرية ، لا يجاوزهم ايمانهم حناجرهم ، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية ، فأينما لقيتوهم فاقتلوهم فان فی قتلهم أجراً لمن قتلهم يوم القيامة﴾

''آخری زمانے میں نئی قوم پیدا ہوگی کم عقل۔ تمام لوگوں سے اچھی بات کرے گی ان کا ایمان ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے۔ انھیں جہاں پاؤ قتل کر دو ان کو قتل کرنے والے کے لیے قیامت میں اجر ہے۔''

صحیح مسلم میں زید بن وھب رحمہ اللہ سے مروی ہے یہ اس لشکر میں تھے جسے علی رضی اللہ عنہ خوارج کے خلاف لڑنے کے لیے لے جا رہے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرما رہے تھے:

((يخرج قوم من أمتی يقرء ون القرآن ليس قراء تكم الی قراء تهم بشئ ، ولا صلاتكم الی صلاتهم بشئ ، ولا صيامكم الی صيامهم بشئ ، يقرء ون القرآن يحسبون أنه لهم وهو عليهم ، لا تجاوز صلاتهم تراقيهم ، يمرقون من الاسلام كما

يمرق السهم من الرمية)).

''میری امت میں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی تمہارا قرآن پڑھنا انکے پڑھنے کے آگے کچھ نہ ہوگا۔ نہ ہی تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے آگے نہ تمہارے روزے اس کے روزوں کے آگے۔ وہ قرآن یہ سمجھ کر پڑھیں گے کہ وہ ان کے لیے ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف ہوگا۔ ان کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اتریں گی۔ اسلام سے اس طرح نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔''

اگر وہ لشکر جو ان سے لڑے گا یہ جان جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی ان کے لیے کیا کچھ ہے تو وہ دیگر عمل ترک کر دیں گے۔ اس قوم کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی ہوگا جس کا بازو ہے ہاتھ نہیں ہے اس کا (کٹا ہوا) بازو ایسے ہوگا جیسے عورت کا پستان اس پر سفید بال ہوں گے۔ فرمایا یہ لوگ معاویہ کی طرف شام والوں کے پاس جائیں گے اور تمھیں اپنے اموال و اولاد میں چھوڑ دیں گے مجھے امید ہے کہ وہ یہی قوم ہے انھوں نے حرام خون بہایا ہے لوگوں پر حملہ کیا ہے اللہ کا نام لے کر چلو۔ جب خوارج سے ہمارا سامنا ہوا تو ان کا کمانڈر یا سردار اس دن عبداللہ بن وھب تھا اس نے ان سے کہا نیزے پھینک دو اور تلواریں نکال لو میں تمھیں اسی طرح قسم دیتا ہوں یا جنگ کے لیے کہتا ہوں جس طرح انھوں نے حروراء والے دن کیا تھا وہ واپس آئے نیزے چھوڑ کر تلواریں اٹھالیں لوگوں نے ان کو نیزوں سے گھیر لیا۔ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس دن صرف دو آدمی مارے گئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان میں سے بازو کٹے کو تلاش کرو انھوں نے تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ علی رضی اللہ عنہ تلوار لے کر کچھ لوگوں کے پاس گئے جو ایک دوسرے کی طرف متوجہ تھے آپ نے کہا انہیں پیچھے دھکیل دو۔ تو اس آدمی کو زمین پر گرا پایا۔ آپ نے اللہ اکبر کہا پھر فرمایا: اللہ نے سچ کہا رسول اللہ ﷺ نے پہنچا دیا۔ عبیدہ سلیمانی نے کھڑے ہو کر سوال امیر المؤمنین کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے

رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تین مرتبہ قسم کھا کر انھوں نے یہ بات کہی ۔امت خوارج کی گمراہی ومذمت پر متفق ہے البتہ ان کی تکفیر میں اختلاف ہے اس میں مالک واحمد رحمہ اللہ کے مشہور قول ہیں ۔شافعی رحمہ اللہ کے مذھب میں ان کے بارے میں دو باتیں یا رائے ہیں:

① یہ باغی ہیں[1].

② وہ کافر مرتد ہیں ان کا قتل جائز ہے ان کے قیدیوں کا قتل بھی جائز ہے ان کے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا اور جو پکڑا گیا اس سے مرتد کی طرح توبہ کروائی جائے گی ورنہ قتل کیا جائے گا جیسا کہ مانعین زکاۃ کے بارے میں ان کا مذھب ہے کہ اگر زکاۃ نہ دینے کی وجہ سے یہ مانعین امام سے قتال کریں گے تو کیا انہیں کافر کہا جائے گا جبکہ یہ لوگ زکاۃ کے وجوب کے اقراری ہوں ؟اس میں دو روایتیں یا قول منقول ہیں ۔یہ سب اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ **ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مانعین زکاۃ کے خلاف اور علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کے خلاف قتال ایسا نہیں ہے جیسا جنگ صفین وجمل والوں کے خلاف قتال تھا۔علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کے بارے میں جو قول ہے وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ خوارج کو ان لوگوں کی طرح قرار نہ دیا جائے جو اصل دین سے مرتد ہیں ائمہ سے یہی منقول ہے جیسے امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ**۔ان کا حکم اہل جمل وصفین والا نہیں ہے بلکہ یہ تیسری قسم ہیں ان کے بارے میں یہ تینوں اقوال میں سب سے صحیح قول ہے اور شھادتین کا اقرار کرنے والے کچھ لوگوں کے خلاف صحابہ رضی اللہ عنہم نے قتال کیا مثلاً مانعین زکاۃ جیسا کہ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کریں گے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

---

① یہ بات کہنے والے مانعین زکاۃ کی طرح کے شبہ میں مبتلا ہیں کہ ان کے خلاف ابوبکر رحمہ اللہ نے باغی سمجھ کر قتال کیا مرتد سمجھ کر نہیں جب کہ دوسری رائے والے کہتے ہیں کہ مانعین زکاۃ کا شبہ صحیح نہیں تھا لہٰذا وہ مرتد ہیں البتہ دونوں گروہ مانعین زکاۃ فی عصر الصدیق کے ارتداد پر متفق ہیں۔

﴿أمرت أن اقاتل الناس حتی یشهدوا أن لا اله الا اللّٰه وأنی رسول اللّٰه فاذا قالوها عصموا منی دماء هم وأموالهم الا بحقها﴾ ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک کے لیے قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ دیں جب یہ کہہ دیں تو اپنی جان و مال مجھ سے بچا لیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیا آپ نے ''الا بحقها'' حق کے ساتھ نہیں کہا تھا؟ زکاۃ ہی تو وہ حق ہے۔ اللہ کی قسم انھوں نے ایک رسی بھی روک لی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے قتال کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعی اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا قتال کے لیے اور میں نے جان لیا کہ یہ حق ہے۔ **صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے مانعین زکاۃ کے خلاف قتال کرنے پر اگرچہ وہ پنجوقتی نمازیں پڑھتے ہوں اور رمضان کے روزے رکھتے ہوں چونکہ ان لوگوں کا کوئی مشہور شبہ نہیں ہے جو قابل قبول ہو لہٰذا یہ لوگ مرتد ہیں زکاۃ نہ دینے پر ان کے خلاف قتال کیا جائے گا اگرچہ وہ وجوب کا اقرار کرتے ہوں جیسا کہ اللہ** نے حکم دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ ''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مال سے زکاۃ لیں (التوبۃ=۹:۱۰۳)۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے اب زکاۃ ساقط ہوگئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے خلاف بھی قتال کا حکم دیا تھا جو شراب پینے سے نہیں رکتے تھے۔

فصل

ان لوگوں کی حالت سے واقفیت تا کہ ان کے بارے میں اللہ کا حکم معلوم ہو سکے

دوسرا اصول: ان لوگوں کی حالت سے واقف ہونا: یہ بات تو معلوم ہے کہ ان لوگوں نے شام پر پہلی مرتبہ ۹۹ھجری میں حملہ کیا لوگوں کو امان دی اور منبر پر اس کا اقرار کیا مگر اس کے باوجود انھوں نے مسلمانوں کے بچوں کو قید کیا جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔اور بیت المقدس، نابلس،حمص، داریا اور جبل الصالحیہ وغیرہ میں قتل وغارت کی اور لوگوں کو قید کیا جن کی تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے ان کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے **یہ لوگ مسلمانوں کی خوبصورت عورتوں سے مساجد میں بدکاری کرتے تھے اور جامع مسجد کو انھوں نے بدکاری کا اڈہ بنالیا تھا ہم نے ان کے فوجیوں اور عام لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے ان کی فوج میں نہ کوئی امام ہوتا تھا نہ کوئی مؤذن** ۔انھوں نے مسلمانوں کا مال اور اولاد کو لوٹا ان کی بستیاں اجاڑ کر رکھ دیں ان کی حکومت میں بدترین لوگ شامل ہوتے تھے، زندیق ومنافق جو دل سے اسلام کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے یا بدترین بدعتی جیسے روافض،جھمیہ واتحادیہ وغیرہ یا جو سب بڑے گناہگار وبدکردار ہوتے تھے۔یہ لوگ استطاعت کے باوجود بھی حج نہیں کرتے تھے اگر چہ ان میں کچھ نمازی وروزے دار بھی تھے مگر ان کی اکثریت روزہ نماز اور زکاۃ کی ادائیگی نہیں کرتے تھے۔ **یہ لوگ چنگیز خان کی حکومت کے لیے لڑتے تھے جو ان کی اطاعت قبول کر لیتا یہ اسے اپنا دوست بنالیتے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اور جو ان کی اطاعت نہ کرتا اسے دشمن بنالیتے اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔اسلام کے لیے وہ جنگ نہیں کرتے تھے نہ ہی (غیر مسلموں پر) جزیہ رکھتے تھے بلکہ ان کے ہاں بڑے سے بڑا مسلمان بھی ان کے امراء وحکمرانوں کی اس طرح تعظیم**

کرتا تھا جس طرح کسی مشرک یہودی ونصرانی کو کرنی پڑتی تھی۔ جیسا کہ شام میں مسلمانوں کے نمائندے کو ان کے سردار نے کہا تھا کہ ہم مسلمان ہیں اس نے کہا کہ اللہ کی طرف سے یہ دو بڑی نشانیاں آئی ہیں ایک محمد (ﷺ) اور دوسرا چنگیز خان۔ ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے یہ سب سے بڑا ذریعہ تھا کہ محمد ﷺ اور چنگیز خان کو برابر قرار دیا جائے حالانکہ کہاں سید الانبیاء وسید ولد آدم محمد ﷺ اور کہاں بہت بڑا مشرک کافر، فسادی چنگیز خان؟ چنگیز خان کے بارے میں تاتاری بہت بڑا عقیدہ رکھتے تھے اسے اللہ کا بیٹا کہتے تھے جیسا کہ نصارٰی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رکھتے تھے۔

یہ سب غلط عقائد دراصل وہ دروازے ہیں جن سے یہ لوگ کفر میں داخل ہوئے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی آدمی کے اندر کفر کی تمام باتیں پائی جائیں بلکہ کفر کی کوئی سی بھی ایک صورت پائی جائے تو وہ بھی کافی ہے اس کو کافر قرار دینے کے لیے مثلاً جو شخص رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے یا آپ ﷺ کے دین کو برا بھلا کہتا ہے وہ کافر ہے۔

وہ کہتے تھے کہ سورج نے (چنگیز خان کی ماں کو حاملہ بنایا ہے وہ اس طرح کہ اس کی ماں ایک خیمے کے اندر تھی کہ سورج خیمے کے ایک سوراخ روشندان سے اندر آیا اور چنگیز خان کی ماں حاملہ ہوگئی ۔حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ولد الزنا تھا اس کی ماں نے زنا کیا اور اسے چھپانے کے لیے یہ دعوٰی کیا کہ سورج نے اسے حاملہ کیا ہے۔ اس کے باوجود تاتاری اس کو تمام رسولوں سے زیادہ تعظیم دیتے تھے یہاں تک کہ جس کے پاس مال ودولت ہوتی تو وہ کہتا کہ یہ چنگیز خان کا دیا ہوا رزق ہے۔ کھانے پینے کے بعد چنگیز خان کا شکر ادا کرتے تھے **وہ لوگ چنگیز خان کے بنائے ہوئے طریقوں اور دین کے منکر کا قتل جائز سمجھتے تھے** یہ ان کا طریقہ تھا کہ وہ اس ملعون کو جناب رسول اللہ ﷺ کے برابر قرار دیتے تھے یہ تو واضح ہے کہ مسیلمہ کذاب اس کی بنسبت مسلمانوں کے لیے کم نقصان دہ تھا۔ اس کا تو دعوٰی تھا کہ وہ

محمد ﷺ کے ساتھ رسالت میں شریک ہے اس بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے خلاف قتال کیا تو اس آدمی کا کیا حکم ہے جو محمد ﷺ کو چنگیز خان کے برابر قرار دیتا ہے؟ یہ لوگ اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود چنگیز خان کے حکم کو اسلام پر مقدم رکھتے ہیں یہ لوگ چنگیز خان کے بنائے ہوئے قانون کے لیے اسی طرح قتال کرتے ہیں جس طرح مسلمان اسلام کے لیے کرتے ہیں بلکہ یہ اس کی اطاعت زیادہ کرتے ہیں اس کے لیے مال خرچ کرتے ہیں اس کے نائب ہونے کا اقرار کرتے ہیں اس کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے مگر جس طرح کوئی امام کی اطاعت سے خارج ہونے والا امام کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں سے لڑتے ہیں ان سے دشمنی کرتے ہیں ان کو اس کی اطاعت پر مجبور کرتے ہیں انہیں اس بات پر بھی مجبور کرتے ہیں کہ یہ اپنے مال اس مشرک کافر بادشاہ کے لیے خرچ کریں جو فرعون و نمرود کی طرح بادشاہ بلکہ ان سے بڑھ کر فساد کرنے والا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ﴾ (قصص=۲۸:۴)

”فرعون نے زمین میں سرکشی کی ہے اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا ایک گروہ دوسرے گروہ کو کمزور کرتا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا، عورتوں کو زندہ رکھتا تھا وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔“

جبکہ چنگیز خان نے تکبر و سرکشی کی اور یہ تمام ادیان کو ماننے والوں کو کمزور سمجھتا تھا مسلمان، یہود، نصاریٰ مشرک جو بھی اس کی مخالفت کرتا تھا۔ مردوں کو قتل کرتا تھا۔ عورتوں کو قیدی بناتا، مال لوٹتا فصل و نسل برباد کرتا۔ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ یہ لوگوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کے دین سے ہٹا کر اپنے ایجاد کردہ دین اور کفریہ شریعت کا پیرو بناتا تھا یہ لوگ دعویٰ تو اسلام کا کرتے تھے مگر ان کفار کے دین کو اسلام پر ترجیح دیتے تھے اللہ و رسول اللہ ﷺ کے دین سے زیادہ ان کے دین کی

اطاعت کرتے تھے **مومنوں کے بجائے ان کفار سے دوستی کرتے تھے** اور آپس کے **تنازعات دین اسلام کے بجائے اپنے جاہلیت والے حکم کے مطابق حل کرتے تھے** اسی طرح ان کی حکومت کے اکابر اور وزراء دین اسلام کو یہود و نصاریٰ کے دین کی طرح قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سب اللہ کی طرف جانے والے راستے ہیں جیسا کہ مسلمانوں میں چار مذاہب (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی ہیں) ان میں سے ایسے بھی ہیں جو یہود و نصاریٰ کے دین کو اور کچھ ایسے ہیں جو دین اسلام کو ترجیح دیتے ہیں یہ بات ان کے بارے میں بہت ہی عام اور مشہور ہے یہاں تک کہ ان کے فقہاء و عبادت گذار بھی خاص کر جھمیہ اتحادیہ فرعونیہ وغیرہ ان پر فلسفہ غالب آچکا ہے یہ اکثر فلسفہ اپنانے والوں کا مذہب ہے اسی مذہب پر اکثر نصاریٰ اور یہود بھی ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے علماء و عبادت گذاروں میں سے اکثر اس مذہب پر ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ میں نے ان کے بارے میں بہت کچھ سنا اور دیکھا ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ **یہ بات تو بدیہی طور پر معلوم و معروف ہے کہ اور اس پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے کہ جس نے دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین اور شریعت محمدی ﷺ کے علاوہ کسی اور شریعت کو جائز قرار دیا تو وہ کافر ہے۔ اس کا کفر اس شخص جیسا ہے جو کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتا ہے اور بعض کا انکار کرتا ہے** جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا O اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (النساء=٤: ١٥٠-١٥١)

”جو لوگ اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راستہ اختیار کرلیں یہ لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے

والا عذاب تیار کیا ہے۔''

یہود و نصارٰی اور فلاسفہ اس میں داخل ہیں کہ کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ یہود و نصارٰی میں سے جس نے فلسفہ اپنایا اس کا کفر دو وجہ سے باقی رہا۔ جبکہ ان لوگوں کے وزراء جو اپنا مقصد اپنی رائے سے حاصل کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح بننا چاہتے ہیں۔ اگر ایک یہودی فلسفی ہو اور پھر وہ اسلام کی طرف خود کو منسوب کرے اور اس میں یہودیت و فلسفہ باقی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ رافضی بھی ہو تو یہ ان کے نزدیک سب سے بڑا اہل قلم ہوتا ہے اور ان کے نزدیک صاحبِ تلوار سے زیادہ بڑے مرتبہ والا ہوتا ہے۔ مومن کو اس سے عبرت لینا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ ہر قسم کا نفاق۔ زندیقیت اور الحاد تاتاریوں کے متبعین میں داخل ہو چکا ہے اس لیے کہ یہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جاہل ہیں اور دین کی بہت کم معلومات رکھتے ہیں اور دین کی اتباع سے بہت دور ہیں اور سب سے زیادہ اپنی خواہشات و خیالات کی پیروی کرتے ہیں انھوں نے لوگوں کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ یال، باغ، دانشمند اور طاط، یعنی دوست، دشمن، عالم اور عام، جو ان کی جاہلانہ اطاعت میں داخل ہو جاتا ہے اور ان کے کفریہ طریقے اپنا لیتا ہے وہ ان کا دوست ہے۔ جو ان کی مخالفت کرتا ہے وہ دشمن ہے اگر چہ اللہ کا نبی ،رسول اور ولی ہی کیوں نہ ہو۔ جو بھی عالم یا دیندار کہلاتا ہے اسے یہ دانشمند کہتے ہیں جیسے فقیہ، زاہد، راہب، پادری، یہودی عالم، نجومی، جادوگر، طبیب، کاتب، حساب دان، یہ بتوں کے پجاریوں کو بھی درجہ دیتے ہیں ان میں مشرکین و اہل کتاب اور اہل بدعت میں سے درجات دیتے ہیں جو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اہل علم والا یمان کو ایک ہی قسم قرار دیتے ہیں بلکہ یہ قرامطہ، ملاحدہ، باطنیہ، زنادقہ، منافقین جیسے طوسی وغیرہ جو بھی عالم کہلاتا ہے اسے حاکم بناتے ہیں چاہے مسلمان ہو، یہودی ہو یا نصارٰی۔ اسی طرح ان کا بے وقوف وزیر جسے الرشید کہتے وہ بھی اسی طرح کے فیصلے کرتا ہے۔ بدترین مسلمانوں کو بہترین مسلمانوں اہل علم و ایمان پر مقدم

رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ قاضی کے عہدے پر ان لوگوں کا تقرر کرتے ہیں جو زندیق۔ ملحد اور اللہ ورسول ﷺ کے ساتھ کفر کرنے والے ہوں تاکہ وہ کفار، منافقین جیسے یہود۔ قرامطہ۔ ملاحدہ وروافض کے قریب ہوں۔ جنھیں یہ دوسروں کی بنسبت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ جبکہ یہ اسلام کا اظہار بھی کرتے ہیں اس لیے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ یہاں تک کہ ان کا یہ ملحد منافق وزیر (الرشید) اس نے ایک کتاب لکھی جس کا مضمون تھا کہ رسول اللہ ﷺ یہود ونصارٰی کے دین پر راضی تھے اور آپ ﷺ ان کو برا نہیں سمجھتے تھے نہ ہی ان کی مذمت کرتے تھے اور نہ ان کے دین سے منع کرتے تھے نہ ہی اسلام لانے کا کہتے تھے اس کے لیے دلیل اس جاہل نے اس سورت سے لی تھی:

﴿قُلْ يَآيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ o لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ o وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ o وَ لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ o وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ o لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ o﴾

(الکافرون=١٠٩: ١-٦)

''کہہ دیجیے (اے محمد ﷺ) اے کافرو میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی عبادت تم کرتے ہو اور تم اس کی عبادت نہیں کرتے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور تم اس کی عبادت کرنے والے نہیں جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے لیے تمہارا اور میرے لیے میرا دین ہے۔''

اس کا خیال تھا کہ یہ سورت ان (یہود ونصارٰی) کے دین پر رضامندی کا تقاضا کرتی ہے۔ اس نے کہا یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں اس کی بناء پر اس نے بہت سی باتوں کی جرأت کی۔ حالانکہ یہ اس کی جہالت ہے ورنہ ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ جو کفار کے دین کے حق ہونے پر دلیل ہو یا اس کے پسندیدہ ہونے کی بلکہ یہ تو نبی ﷺ کے ان کے دین سے بری وبیزار ہونے کی دلیل ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت شرک سے

برأت و بیزاری ہے۔جیسا کہ ایک اور آیت میں آتا ہے:

﴿وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ (یونس=۱۰:۴۱)

''اگر یہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلا دیں تو آپ کہہ دیں کہ میرے لیے میرا اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے تم اس سے بری ہو جو میں عمل کرتا ہوں اور میں تمہارے اعمال سے بری و بیزار ہوں۔''

لہٰذا﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾کا مطلب ہے:لنا أعمالنا و لكم أعمالكم. ہمارے لیے ہمارے اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔اس کے بعد اسی کے تقاضا کا ذکر کیا کہ:﴿اَنْتُمْ بَرِيْٓئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾تم میرے اور میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔اگر مان بھی لیا جائے کہ اس سورت کا تقاضا ہے کہ ان (یہود و نصاریٰ) کو اپنا دین ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تو اسلام کے دیگر متواتر دلائل اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کو اسلام پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور انہیں بتلایا گیا ہے کہ وہ جس مذہب پر ہیں وہ کفر ہے اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔انھوں نے روافض کو ترقی دی انہیں غالب کیا اور منبر پر خلفائے راشدین کے تذکرہ سے منع کیا اور علی رضی اللہ عنہ کا ہی تذکرہ کیا اور انھوں نے ان بارہ اماموں کی طرف دعوت دی جن کے بارے میں روافض کا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم امام ہیں اور ابوبکر،عمر و عثمان رضی اللہ عنہم (نعوذ باللہ) کافر فاجر ظالم تھے ان کے لیے خلافت جائز نہ تھی اور نہ ہی ان کے بعد کسی کے لیے جائز تھی۔روافض کا مذہب دین سے خارج ہونے والے خوارج کے مذہب سے بھی بدتر مذہب ہے اس لیے کہ خوارج کا انتہائی کفر یہ ہے کہ وہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اور اس کے گروہ کو کافر کہتے ہیں جبکہ روافض ابوبکر،عمر، عثمان رضی اللہ عنہم اور تمام سابقین اولین کو کافر کہتے ہیں اور نبی ﷺ کی سنت کا انکار خوارج کی بنسبت زیادہ کرتے ہیں ان میں کذب،افتراء،غلو اور الحاد اتنا ہے کہ جتنا خوارج میں نہیں۔ان میں

مسلمانوں کے خلاف کفار کی معاونت ہے جو کہ خوارج میں نہیں ہے۔ روافض تاتاریوں اور ان کی حکومت کو پسند کرتے ہیں اس لیے کہ اس حکومت کی وجہ سے انہیں وہ عزت حاصل ہے جو مسلمانوں کی حکومت کی وجہ سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ روافض مشرکین، یہود ونصاریٰ کی مدد کرتے ہیں مسلمانوں کے خلاف قتال کرنے میں۔ اسلام لانے سے پہلے مشرق کی سرزمین خراسان۔ عراق اور شام میں تاتاریوں کے داخل ہونے کا ذریعہ یہ روافض ہیں اسلامی ممالک پر تاتاریوں کے قبضہ میں سب سے زیادہ معاونت انہی روافض نے کی ہے۔ انہی کے تعاون سے تاتاریوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کرلیا۔ ابن علقمی (ملعون) جیسے لوگوں کا خلیفہ کے ساتھ معاملہ اور حلب کا واقعہ تو ہر خاص وعام کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اسی طرح شام کے ساحلوں پر مسلمانوں اور عیسائیوں کی لڑائی میں روافض مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کا ساتھ دے رہے تھے اور انھوں نے ان کی مدد کی تاکہ تاتاری آجائیں۔ روافض کے لیے ساحلوں میں سے عکا کی فتح مشکل واہم تھی۔ جب مسلمان عیسائیوں اور مشرکین پر غلبہ حاصل کرتے تو روافض کو دکھ ہوتا اور جب مسلمان مغلوب ہوتے یہ لوگ جشن وخوشی مناتے۔ روافض میں زندیق اور ملحد نصیریہ، اسماعیلیہ اور قرامطہ وغیرہ جیسے بے دین لوگ داخل ہوگئے۔ یہ لوگ شام۔ عراق اور خراسان میں تھے۔ روافض جہمیہ، قدریہ بھی ہیں ان میں کذب، افتراء، بدعت اور اللہ ورسول پر خوارج کی بنسبت زیادہ جھوٹ باندھتے ہیں وہ خوارج جن کے خلاف صحابہ اور علی رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قتال کیا تھا۔ ان روافض میں ان مانعین زکاۃ سے زیادہ ارتداد ہے جن کے خلاف ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے جس بڑے عمل کی وجہ سے مذمت کی تھی وہ یہ تھا کہ یہ اہل اسلام سے قتال کریں گے اور دیگر ادیان والوں کو دعوت دیں گے جیسا کہ صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ سونا بھیجا۔ آپ نے چار امراء نجد میں اسے تقسیم کیا تو قریش

وانصار کو اس پر غصہ آیا اور کہنے لگے آپ ﷺ نے قریش کے سرداروں کو دیا اور ہمیں چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان کی تالیف قلب کے لیے کر رہا ہوں۔ ایک آدمی آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں۔ گال ابھرے ہوئے تھے اونچی پیشانی والا تھا۔ گھنی داڑھی تھی۔ سر کے بال مونڈے ہوئے تھا۔ اس نے کہا: اے محمد اللہ سے ڈر جاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو اس کی اطاعت اور کون کرے گا؟ اللہ نے مجھے اہل زمین کا امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے؟ ایک آدمی نے اس شخص کے قتل کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے منع کر دیا۔ جب وہ آدمی چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے پیچھے یا اس کی نسل میں سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا یہ لوگ دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ یہ لوگ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں انہیں پالوں تو انہیں عاد کی طرح قتل کروں۔ صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ ہیں کہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ بنوتمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرہ آیا اور کہا اللہ کے رسول ﷺ عدل کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا؟ تو ناکام ونامراد ہو جائے اگر میں عدل نہ کروں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس کے ساتھی ہوں گے کہ ان کی نماز کے آگے تم اپنی نماز کو اور ان کے روزوں کے آگے تم اپنے روزوں کو کمتر خیال کرو گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا یہ لوگ دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے جب اس کے پھل کو دیکھتا ہے تو اس پر کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے دوسرے حصوں پر بھی کچھ نہیں ہوتا وہ خون اور گوشت سے پار ہو چکا ہوتا ہے۔ ان کی نشانی ہے ایک کالا آدمی اس کا ایک بازو عورت کی پستان کی طرح گوشت کا ٹکڑا ہوگا۔ یہ تب

نمودار ہوں گے جب لوگوں میں تفرقہ پیدا ہوگا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف قتال کیا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا اسے تلاش کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ے سامنے لایا گیا میں نے اس میں وہ صفات دیکھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے بتائی تھیں۔''

یہ خوارج جن کی مذمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اس مذمت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ بھی آپ نے فرمادیا تھا کہ یہ لوگ اس وقت نمودار ہوں گے جب لوگ فرقے فرقے ہو چکے ہوں گے مگر اس کے باوجود خوارج نے کبھی مسلمانوں کے خلاف کفار کی معاونت نہیں کی جبکہ روافض مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرتے تھے ان کے لیے یہ کافی نہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار کے خلاف قتال کریں کہ کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف قتال کرتے ہیں لہٰذا یہ دین سے زیادہ نکلے ہوئے ہیں بنسبت خوارج کے۔ جب خوارج وروافض نے جماعت المسلمین سے علیحدگی اختیار کر لی تو مسلمانوں نے ان کے قتل کے وجوب پر اجماع کیا جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا۔ تو اس کے ساتھ ساتھ جب یہ دین کی سب سے بڑی مخالفت کریں یعنی مشرکین کے احکام اپنائیں تو پھر ان کا کیا حکم ہوگا۔ جو بھی فوجی افسر یا دیگر کوئی شخص ان کے ساتھ ملے گا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو ان کا ہے ان میں شرائع اسلام سے ارتداد بھی ہے یہ جتنے شرائع سے ارتداد کریں گے (وہ ارتداد ہی شمار ہوگا) جب سلف نے مانعین زکاۃ کو مرتد کہا ہے باجودیکہ وہ روزے رکھتے تھے نمازیں پڑھتے تھے اور جماعت المسلمین کے خلاف قتال نہیں کرتے تھے تو پھر اس شخص کا کیا حکم ہوگا جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا ساتھ دیتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف قتال کرتا ہے (مشرکین کے ساتھ ایسی دوستی کہ مسلمانوں کے خلاف قتال کے لیے ان کی صفوں میں شامل ہوا

جائے اوران کے کفر کی کسی صورت میں اشاعت کا سبب بن جائے یہ انہی کفار کے کفر کی طرح کفر شمار ہوتا ہے۔

فصل

شام ومصر کے مسلمان ہمیشہ سے اسلام کا لشکر ہیں اور یہ طائفہ منصورہ الظاهرة علی الحق ہیں جیسا کہ رسول ﷺ نے (طائفہ منصورہ کا) وصف بیان کیا ہے

اگر چہ ایسے وقت میں یہ اللہ ورسول اللہ ﷺ کے دشمن ونافرمان شام ومصر کی سرزمین پر قابض ہو چکے ہیں یہ (عمل) دین اسلام اوراس کی شرائع کے زوال کا سبب بنے گا۔اس وقت شام ومصر میں جو گروہ ہے وہ مسلمانوں کی خاطر لڑ رہا ہے لہٰذا اس وقت وہ تمام لوگوں کی بنسبت طائفہ منصورہ کہلانے کا زیادہ مستحق ہے جس کا ذکراور تعریف رسول اللہ ﷺ نے کی ہے فرماتے ہیں:

﴿لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم ولا من خذلهم حتى تقوم الساعة﴾ وفي رواية لمسلم : (لايزال أهل الغرب)

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اس کی مخالفت کرنے والا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ مسلم کی روایت میں ہے: مغرب والے ہمیشہ رہیں گے۔''

یہ بات رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں کی تھی لہٰذا مدینہ کا ہی مشرق ومغرب مراد ہوگا اس لیے کہ جو شخص جس شہر سے بات کرتا ہے اسی شہر کی سمتیں مراد ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص مغرب سے اسکندریہ آتا ہے تو کہتے ہیں اس نے مشرق کی طرف سفر کیا۔اہل مدینہ شام والوں کو اہل المغرب کہتے تھے اور اہل نجد عراق کو اہل الشرق کہتے تھے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:((قدم رجلان من أهل المشرق فخطبا)) وفي رواية ((من أهل نجد)) ''دو آدمی مشرق والوں میں سے آئے اورانھوں نے بات کی خطبہ دیا۔ایک روایت میں ہے ان کے لیے اہل نجد بھی آیا ہے۔''

اسی لیے احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اہل الغرب اہل شام ہیں جیسا کہ نجد وعراق شرق میں سے ہیں اور جو بھی ان سے برآمد ہوتا ہے وہ الشرق سے آنے والا شمار ہوتا ہے اور جو بھی شام ومصر سے آتا ہے اسے غرب میں شامل مانا جاتا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے طائفہ منصورہ کے بارے میں کہا تھا: ''وھم بالشام'' وہ طائفہ شام میں ہوگا۔ وہی دراصل مغرب ہے انھوں نے پورے مغرب مصر، قیروان اور اندلس وغیرہ کو فتح کیا۔ جب مدینہ منورہ سے مغرب وہ ہے جو اس کی غرب میں ہے تو پھر نیرہ وغیرہ مقامات مکہ کے خط طوال پر ہیں جو نیرہ کا مغرب ہے تو وہ مغرب ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ لیا ہے (کہ طائفہ منصورہ ہوگا غالب رہے گا) ایک اور حدیث میں طائفہ منصورہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بیت المقدس کے آس پاس ہوگا۔ آج یہی (مصری وشامی) گروہ بیت المقدس کے قرب وجوار میں ہے۔ اس وقت جو بھی شخص احوال عالم میں غور کرے گا وہ سمجھ جائے گا کہ یہی طائفہ اور گروہ اس وقت علم وعمل اور جہاد کے لحاظ سے پوری دنیا میں دین اسلام پر صحیح طرح قائم ہے اور دین کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ اہل کتاب اور مشرکین کی بہت بڑی طاقت سے برسرپیکار ہیں۔ ان کی جنگ نصارٰی، مشرکین، ترکی، زنادقہ اور داخلی منافقین جیسے روافض واسماعیلیہ، قرامطہ وغیرہ کے ساتھ بھی بہت پہلے سے جاری ہے۔ آج مشرق ومغرب میں مسلمانوں کو جو عزت حاصل ہے وہ انہی کی وجہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ جب ۶۹۹ ھجری میں انہیں شکست ہوئی تو مسلمانوں پر مشرق ومغرب میں ذلت ومصیبت آئی۔ اس کی تفصیلات اور واقعات کثیر تعداد میں ہیں جنھیں یہاں بیان نہیں کیا جاسکتا (یہ لوگ طائفہ منصورہ اس لیے ہیں کہ) اس وقت اہل یمن کمزور ہیں وہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے یا کرنہیں رہے وہ اس بادشاہ کے مطیع ہو چکے ہیں۔ سنا ہے انہوں نے ان لوگوں اور مشرکین بادشاہ کی اطاعت قبول کرلی تھی جب وہ حلب آیا تھا اور وہاں قتل وغارت گری کی تھی۔ جبکہ حجاز کے باشندوں کی اکثریت شریعت سے خارج ہو چکی ہے ان میں بدعتی، گمراہ اور بدکردار

لوگ زیادہ ہیں ان میں اہل ایمان ودین کمزور عاجز ہیں اگر اس وقت ان کے پاس قوت وطاقت ہوتی تو وہ ان علاقوں میں اہل اسلام کی مدد کرتے تھے۔ اگر خدانخواستہ یہ گروہ (طائفہ منصورہ شام ومصر کا) کمزور ہوگیا تو حجاز میں بھی مسلمان بہت کمزور ہوجائیں گے اور وہاں روافض غالب آئیں گے اس وقت تاتاریوں کا بادشاہ جو اللہ ورسول ﷺ سے برسرپیکار ہے متروک ہوچکا ہے اگر یہ غالب آگئے تو حجاز مکمل طور پر برباد ہوجائے گا۔ جہاں تک بات ہے افریقی ممالک کی تو وہاں دیہاتیوں کا غلبہ ہے اور وہ بدترین لوگ ہیں بلکہ اس قابل ہیں کہ ان کے خلاف قتال کیا جائے جبکہ غرب اقصی پر انگریز قابض ہوگیا ہے مگر وہاں کے لوگ ان سے جہاد کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ ان کی فوج میں عیسائی بھی شامل ہیں اگر تاتاریوں نے ان علاقوں پر حملہ کیا تو اہل مغرب پر بہت برا وقت آئے گا اس لیے کہ عیسائی ان تاتاریوں کے ساتھ مل جائیں گے اور یہ دونوں گروہ مل کر اہل مغرب کے خلاف کھڑے ہوں گے۔

لہٰذا ان تمام حالات کو مدنظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت مصر اور شام میں جو گروہ ہے یہ اسلام کا لشکر ہے مسلمانوں اور اسلام کی عزت وغلبہ کا ذریعہ ہے ان کی کمزوری اسلام کی کمزوری ہوگی۔ اگر ان پر تاتاریوں نے غلبہ حاصل کرلیا تو اسلام کی قوت ختم ہوجائے گی نہ کوئی اسلام کا نام لیوا ہوگا نہ ہی کوئی ایسا گروہ روئے زمین پر ہوگا جس سے لوگ ڈرتے ہوں اور وہ لوگوں کی خاطر جنگ کرے۔ (اس وقت مصر وشام میں جو کچھ ہو رہا ہے اور وہاں اسلام ومسلمانوں کے لیے لوگ جو کچھ کررہے ہیں اس سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی سچائی واضح ہوتی ہے کہ طائفہ منصورہ شام میں ہوگا۔

فصل

مرتد کا حکم اصلی کافر سے بڑھ کر ہے

جو تاتاریوں کی طرف چلا گیا وہ تاتاریوں سے زیادہ قتال کا مستحق ہے اس لیے کہ تاتاریوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو مجبور ہیں اور کچھ مجبور نہیں ہیں۔ جبکہ یہ سنت تو قائم ہے کہ مرتد کی سزاء اصلی کافر کی سزاء سے بڑی ہوتی ہے۔ مثلاً

① مرتد کو ہر حال میں قتل کیا جاتا ہے اس پر جزیہ نہیں رکھا جاتا نہ ہی اسے ذمی کے طور پر رکھا جاسکتا ہے۔ بخلاف اصلی کافر کے۔

② مرتد کو قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ لڑنے سے عاجز ہو بخلاف اصلی کافر کے اگر وہ قتال کرنے والوں میں نہیں ہے تو اکثر علماء جیسے ابوحنیفہ، مالک، شافعی و احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی لیے جمہور کا مذہب ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے جیسا کہ مالک، شافعی اور احمد رحمہ اللہ کا مذھب ہے۔

③ مرتد کو نہ میراث ملتی ہے نہ اس کا نکاح کیا جاتا ہے نہ ہی اس کا ذبیحہ کھایا جاتا ہے بخلاف اصلی کافر کے۔

جب اصلِ دین سے ارتداد اصلِ دین پر کفر کی بنسبت زیادہ بڑا کفر ہے تو اسلامی شرائع سے خروج بھی بہت بڑا جرم ہے بنسبت اصلی خروج کے ہر مومن جو تاتاریوں کی حالت سے واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مرتدین جن میں فارس وعرب دونوں کے لوگ شامل ہیں۔ یہ اصلی کفار ترک وغیرہ سے زیادہ برے ہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے شھادتین کا اقرار کیا مگر دین کے بہت سے شرائع کو ترک کیا یہ عرب وفارس کے مرتدین سے بہتر ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ ان (تاتاریوں) کے ساتھ جو مسلمان ہیں وہ ان ترکوں سے بدتر ہیں جو کافر ہیں۔اس لیے کہ اصلی مسلمان جب بعض شرائع سے مرتد ہو جاتا ہے تو وہ اس سے زیادہ برا ہوتا ہے جو ان شرائع میں داخل ہی نہیں ہوا جیسا کہ مانعین زکاۃ تھے جن کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔اگرچہ مرتد ہونے والا فقیہ ہو،صوفی ہو تاجر ہو یا مصنف ہو۔یہ لوگ ان ترکوں سے بدتر ہیں جو ان شرائع میں داخل ہی نہیں ہوئے اور (صرف) اسلام کی طرف نسبت پر ہی مصر رہے۔(یعنی اسلام کی طرف منسوب رہے اور شرائع ضائع کرتے رہے)۔اس لیے مسلمان جانتے ہیں کہ ان لوگوں سے اسلام کو جتنا نقصان پہنچا۔وہ لوگ اسلام کے تابع ہیں شرائع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں ان مرتدین کی بنسبت ان کی اتباع زیادہ ہے اور اہم ہے اگرچہ یہ لوگ علم اور دین کا کتنا ہی دعوٰی کریں۔ان میں زیادہ سے زیادہ جو لوگ ہیں وہ ملحد۔نصیریہ۔اسماعیلی اور رافضی ہی ہیں ان میں جو بہتر شمار ہوتے ہیں وہ جھمیہ اتحادیہ ہیں۔ان کے ساتھ جو مسلمان کے نام پر لوگ ملے ہوئے ہیں وہ منافق،زندیق اور فاسق وفاجر ہیں۔

فصل

مسلمان پران لوگوں کے خلاف مجبور وغیر مجبور کی تمیز کیے بغیر قتال واجب ہے

اگران کے ساتھ کوئی شخص مجبوراً (قتال کے لیے) نکلا ہے تو وہ اپنی نیت کے مطابق قیامت میں اٹھایا جائے گا ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم پوری فوج ولشکر سے جنگ کریں۔اس میں مجبور وغیر مجبور کی تمیز نہ کریں۔ نبی ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: اس (بیت اللہ) کے خلاف لوگوں کا ایک لشکر جنگ کرے گا جب وہ بیداء میں پہنچے گا تو زمین میں دھنس جائے گا۔ کسی نے سوال کیا اللہ کے رسول ﷺ ان میں اگر کوئی مجبور ہوا تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے یہ حدیث مستفیض کے درجے کی ہے کئی طرق سے مروی ہے کتب الصحاح نے عائشہ،حفصہ،ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پناہ لینے والا بیت اللہ میں پناہ لے گا تو اس کی طرف لشکر بھیج دیا جائے گا جب وہ لشکر بیداء مقام پر ہوگا تو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔میں نے کہا اللہ کے رسول ﷺ ان کا کیا بنے گا جو مجبوراً اس لشکر کے ساتھ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی دھنس جائیں گے لیکن قیامت کے دن اپنی نیتوں کے حساب سے اٹھائے جائیں گے۔صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے نیند میں کچھ ایسی بات کی کہ ہم نے کہا اللہ کے رسول ﷺ آپ نے تو نیند میں ایسا کچھ کیا جو پہلے نہیں کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تعجب ہے میری امت کے کچھ لوگ اس بیت اللہ کا قصد کریں گے (بغرض حملہ) ایک قریشی کی وجہ سے جس نے بیت اللہ میں پناہ لے رکھی ہوگی۔جب یہ لوگ بیداء میں ہوں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے۔ہم نے کہا اللہ کے رسول ﷺ راستے میں تو بہت سے لوگ مل

جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ان میں مدد چاہنے والا۔ مسافر اور پاگل بھی ہوں گے۔ سب ایک ساتھ ہلاک ہوجائیں گے۔، الگ الگ ٹھکانوں کی طرف جائیں گے اور قیامت میں نیتوں کے حساب سے اٹھائے جائیں گے۔ بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک لشکر کعبہ پر حملہ آور ہوگا جب وہ بیداء میں آئے گا تو پورا لشکر زمین میں دھنس جائے گا۔ میں نے کہا اللہ کے رسول ﷺ **سب کیسے دھنسیں گے ان میں مجبور بھی ہوں گے اور ایسے بھی جو ان کا ساتھ نہیں دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سب دھنسیں گے پھر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائیں جائیں گے۔**

صحیح مسلم میں حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یک قوم جن کا کوئی دشمن سے دفاع کرنے والا نہ ہوگا اس بیت اللہ میں پناہ لے گی ان کی طرف لشکر آئے گا جب وہ بیداء میں ہوگا تو دھنس جائے گا۔ یوسف بن ماہک کہتے ہیں: اس دن اہل شام مکے جا رہے ہوں گے ۔عبداللہ بن صفوان نے کہا اللہ کی قسم یہ وہ لشکر نہیں ہے اللہ اس لشکر کو ہلاک کرے گا جو بیت للہ کی حرمت کو پامال کرنا چاہے گا ان میں مجبور وغیر مجبور سب ہوں گے اور پھر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ مومن مجاہدین پر کیسے واجب ولازم ہے کہ وہ مجبور وغیر مجبور میں تمیز کریں حالانکہ وہ تو جانتے بھی نہیں (کہ کون مجبور ہے؟) اگر کوئی دعوٰی بھی کرے کہ میں مجبوراً نکلا ہوں تو یہ دعوٰی کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

جیسا کہ عباس بن عبدالمطلب جب بدر میں قید کر کے لائے گئے تو انھوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ میں مجبور تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارا ظاہر دیکھیں گے باطن کا علم اللہ کے پاس ہے۔ اگر اس (لشکر میں) نیک اور بہتر لوگ بھی ہوں اور ان کو قتل کیے بغیر اس لشکر سے قتال ممکن نہ ہو تو ان نیک لوگوں کو بھی قتل کیا جائے گا اس لیے کہ امت اس بات پر متفق ہے کہ اگر کفار نے کچھ مسلمانوں کو یرغمال بنالیا انہیں ڈھال کے طور پر استعمال کرنے لگے اور ان کو نہ

مارنے سے مسلمانوں کے خاتمے کا اندیشہ ہو تو ان ڈھال بنائے گئے مسلمانوں کو قتل کرنا جائز ہے بشرطیکہ کفار سے جنگ کرنا مقصود ہو اگر مسلمانوں کے خاتمے کا اندیشہ نہ بھی ہو تب بھی بعض علماء نے ان یرغمالیوں کو مارنا جائز قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص جہاد میں مارا گیا اور وہ حقیقت میں مظلوم تھا تو وہ شہید ہوگا قیامت میں اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا اس کا قتل مومنین مجاہدین کے قتل سے بڑھ کر نہیں ہے اگر جہاد واجب ہو اور مومنوں میں سے کچھ لوگ بقضائے الٰہی قتل ہو جائیں تو کہا جائے گا کہ ان میں سے جو لوگ مارے گئے ہیں جہاد کی ضرورت کے لیے وہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ بلکہ نبی ﷺ نے مجبور شخص کو فتنہ کے وقت اپنی تلوار توڑنے کا حکم دیا ہے (فتنہ سے مراد ہے جس سے علیحدگی جائز ہو مثلاً دو مسلمان گروہوں کے درمیان جنگ ہو اور کسی کے حق ہونے کا فیصلہ نہ کیا جا سکتا ہو) اسے چاہیے کہ جنگ نہ کرے اگر مارا جائے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب فتنے ہوں گے۔ پھر فتنے ہوں گے۔ خبردار فتنے ہوں گے۔ ان میں بیٹھا ہوا شخص چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جب یہ فتنے آ جائیں تو جس کے اونٹ ہیں وہ ان کے ساتھ رہے جس کے پاس بکریاں ہیں وہ ان بکریوں کے ساتھ رہے جس کے پاس زمین (کھیتی باڑی) ہے وہ اسی میں رہے۔ ایک آدمی نے سوال کیا اللہ کے رسول ﷺ اگر کسی کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنی تلوار توڑ دے پھر وہ ان فتنوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ اے اللہ میں نے پہنچا دیا۔ اے اللہ میں نے پہنچا دیا۔ اے اللہ میں نے پہنچا دیا۔ ایک آدمی نے کہا اللہ کے رسول ﷺ یہ بتائیں اگر مجھے مجبور کر کے ایک گروہ اپنے ساتھ لے جائے اور کوئی آدمی مجھے تلوار یا نیزہ مار کر قتل کر دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنا اور تمہارا گناہ اپنے سر لے گا اور جہنمی ہوگا۔''

اس حدیث میں فتنہ کے دوران قتال سے منع کیا گیا ہے بلکہ تلوار توڑ کر یا علیحدہ رہ کر قتال سے خود

کو بچائے اس میں مجبور وغیر مجبور سب شامل ہیں پھر وضاحت کردی کہ اگر مجبور کو قتل کر دیا گیا تو ظالم قاتل اپنا اور مقتول کا گناہ اپنے سر لے گا۔ جیسا کہ آدمؑ کے دو بیٹوں کے واقعہ میں اللہ نے بتلایا ہے کہ: مظلوم نے کہا تھا: ﴿ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِکَ فَتَکُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ وَ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیۡنَ ﴾ (المائدة=٥:٢٩)

''میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا اور میرا گناہ اٹھائے اور جہنمیوں میں سے ہو جائے۔ یہی ظالموں کی سزا ہے۔''

یہ بات تو واضح اور معلوم ہے کہ اگر کسی پر حملہ کر کے اسے مغلوب کیا جائے تو اسے چاہیے کہ اپنا دفاع کرے سنت اور اجماع (سے ثابت ہے) البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ دفاع کے لیے قتال کرے اس میں دو روایتیں احمد رحمہ اللہ سے ہیں:

① ایک قول یہ کہ وہ اپنا دفاع کرے اگر چہ صف (لشکر) میں نہ ہو۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ اپنا دفاع اس کے لیے جائز ہے۔

البتہ فتنہ کے وقت قتال کی ابتداء کرنا یہ کسی بھی لحاظ سے جائز نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ فتنہ میں اگر کسی کو قتال کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لیے قتال جائز نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ اپنا اسلحہ وہتھیار خراب کر کے جنگ کے قابل نہ رہنے دے۔ اور صبر کرتا رہے یہاں تک مظلوم کی حیثیت سے قتل کر دیا جائے۔

اس مجبور کے بارے میں کیا کہا جائے جو ایسے گروہ کے ساتھ ہے جو شرائع اسلام سے خارج ہے جیسے مانعین زکاۃ اور مرتدین وغیرہ اگر اسے جنگ میں جانے پر مجبور کیا جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف قتال نہ کرے اگر چہ مسلمان اسے قتل کر دیں جیسا کہ کفار کسی کو مسلمانوں کے خلاف قتال کے لیے مجبور کر کے لے جائیں اور جس طرح کہ کوئی آدمی کسی کو کسی بے گناہ مسلمان کے قتل پر مجبور کر دے تو باتفاق مسلمین اس کے لیے یہ قتل جائز نہیں ہے اس لیے

کہ کسی بے گناہ کو قتل کر کے اپنی جان بچانا کوئی بہتر کام نہیں ہے اس کے لیے کسی اور پر ظلم کرنا جائز نہیں ہے کہ خود کو قتل سے بچانے کے لیے اسے قتل کر دے۔ اگر ایسا کیا تو قصاص مجبور کرنے والے اور مجبور کیے گئے دونوں پر ہوگی۔ امام ابو یوسف دیت لازمی قرار دیتے ہیں اور قصاص کو واجب نہیں کہتے۔ مسلم نے اپنی صحیح میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث روایت کی ہے جس میں اصحاب الاخدود کا واقعہ ہے اس میں ہے کہ لڑکے نے دین کے غلبے اور اظہار کی مصلحت کے مدنظر اپنے قتل کا حکم دیا اسی لیے ائمہ اربعہ نے جائز قرار دیا ہے کہ ایک مسلمان کفار کی صفوں میں گھس جائے اگرچہ اس کا غالب گمان ہو کہ وہ اسے قتل کر دیں گے اگر اس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو۔ جب آدمی وہ کام کر رہا ہو جس میں اس کی جان جانے کا یقین ہو اور یہ کام جہاد کی مصلحت کے لیے کر رہا ہو باوجود یہ کہ اس کی اپنی جان دوسرے کی جان لینے سے زیادہ بڑا کام ہے یہ دوسرے کے قتل کی طرف لیجانے والا عمل ہو اور دین کی ایسی مصلحت کے لیے ہو کہ اس کے بغیر وہ مصلحت حاصل نہ ہو سکتی ہو اور دین و دنیا کو بگاڑنے والے شخص سے صرف اسی طریقے پر دفاع کیا جا سکتا ہو۔ جب سنت اور اجماع اس بات پر متفق ہیں کہ اگر مسلمان پر حملہ کیا جائے اور دفاع کی صورت صرف قتل ہو تو وہ قتل کرے اگرچہ وہ مال جس کا تحفظ کرنا ہے وہ ایک دینار یا قیراط ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ﴿من قتل دون مالـه فهو شهيد ومن قتل دون دمـه فهـو شهيد ومن قتل دون عرضة فهو شهيد﴾ ''جو اپنی جان بچاتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنا مال یا عزت بچاتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے''

تو یہ جو شرائع اسلام سے خارج لوگ ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرتے ہیں ان کے خلاف قتال کرنے کے بارے میں کیا کہا جائے گا جن پر حملہ کرنا اس کی بنسبت کم ہے جو ان میں (خرابی) ہے۔ حملہ کرنے والوں کے خلاف قتال سنت اور اجماع سے ثابت ہے یہ لوگ ظالم اور مسلمانوں کے دین مالوں، جانوں اور عزتوں پر حملہ کرنے والے ہیں جو بھی اس

طرح کا ہو اس کے خلاف قتال کرنا جائز ہے جو اس جنگ میں مارا گیا وہ شہید ہے تو اس بارے میں کیا کہیں گے جو ان سب کے لیے قتال کرتا ہو؟ یہ لوگ بدترین ظالم اور متأولین ہیں۔

فصل

یہ قوم اور اس جیسے لوگ اسلام سے مرتد ہیں یہ تأویل کرنے والے باغی نہیں ہیں

لیکن جن لوگوں کا خیال ہے کہ وہ قتال کرتے ہیں جس طرح باغی متأولین کے خلاف قتال کیا جاتا ہے تو یہ بات بہت بڑی غلطی اور بہت بڑی گمراہی ہے۔(اس رائے کے حاملین کی گمراہی کی وجہ یہ ہے کہ یہ حقیقت توحید کے ضابطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں نے افعال کفر معاصی کو خلط کرلیا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ شرائع سے خروج اعمال معاصی ہیں جبکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ ایسا کرنے والا مرتد ہے۔)

باغی متأولین میں کم از کم جو خرابی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پاس تاویل ہے جس کے ذریعے وہ نکلے ہیں۔اسی لیے کہتے ہیں کہ امام ان سے رابطہ کرے گا تاکہ شبہ کا ازالہ ہوسکے اگر انھوں نے کسی ظلم کا ذکر کیا تو اسے ختم کردیا جائے گا مگر ان لوگوں کا کیا شبہ ہے جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑتے ہیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں دین کے شرائع سے نکلنے والے ہیں یہ کبھی نہیں کہتے کہ یہ لوگ اس گروہ کی بنسبت علم وعمل کے لحاظ سے زیادہ اسلام کو جانتے ہیں اور زیادہ اتباع کرنے والے ہیں روئے زمین پر جو بھی مسلمان یا کافر ہے وہ اس بات سے واقف ہے اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کرتے ہیں ان کے پاس کوئی شبہ نہیں کہ جس کی بناء پر وہ مسلمانوں کے خلاف قتال کو جائز کہتے ہوں یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ وہ عوام کی اس اکثریت کو گالیاں دیتے ہیں جو قتال میں شریک نہیں ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان کو دیکھا ہے کہ یہ علاقے کی بڑائی بیان کرتے ہیں کہ اس میں جو مال ہے اسے حاصل کرلیں۔آدمی کی تعظیم کرتے ہیں اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کے کپڑے تک چھین لیتے ہیں اس کو گالیاں دیتے ہیں اسے بدترین

سزائیں دیتے ہیں جو صرف کوئی ظالم ہی دے سکتا ہے۔ دینی تاویل کرنے والے کو صرف وہی شخص سزاء دیتا ہے جو اسے دین کا نافرمان سمجھتا ہے۔ یہ اس کی تعظیم کرتے ہیں جسے دین کے معاملے میں سزا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ ان میں سب سے زیادہ اللہ کا اطاعت گذار ہے۔ اب ان کے پاس کون سی تاویل باقی رہ گئی ہے پھر اگر ممکن ہو کہ وہ تاویل کریں تو پھر بھی ان کی تاویل قابل قبول نہ ہو گی بلکہ مانعین زکاۃ اور خوارج کی تاویل ان کی تاویل سے زیادہ مناسب تاویل ہے۔

خوارج نے قرآن کی اتباع کا دعوٰی کیا اور جو سنت قرآن کے خلاف ہو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جبکہ مانعین زکاۃ نے کہا کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ ''آپ (ﷺ) ان کے مال سے زکاۃ لیا کریں (التوبة=۹:۱۰۳)۔'' یہ خطاب اللہ کے نبی ﷺ کو تھا لہٰذا ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو زکاۃ دیں اسی لیے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زکاۃ نہیں دے رہے تھے۔ خوارج کے پاس علم تھا عبادت تھی علماء کے ساتھ ان کے مناظرے ہوئے جیسا کہ رافضہ اور جھمیہ کے ساتھ ہوئے۔ **جبکہ یہ لوگ تو مسلمانوں کے خلاف قتال پر مناظرے نہیں کرتے اگر یہ لوگ تاویل کرنے والے ہیں اس کی تاویل ایسی ہے جسے کوئی ذی عقل پیش نہیں کر سکتا (جس نے شرائع اسلام سے نکلنے والے مسلمانوں سے قتال کرنے والوں کی تاویل قبول کر لی)۔**

ان لوگوں میں سے کسی نے مجھ سے کہا کہ ہمارا حکمران بادشاہ ابن بادشاہ سات پشتوں تک بادشاہ جبکہ تمہارا حکمران ایک غلام کا بیٹا۔ میں نے کہا تمہارا بادشاہ اور اس کے آباء سب کفار ہیں جبکہ کفار پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ﴾ ''ایک مومن غلام مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگتا ہو۔'' (البقرة=۲:۲۲۱) اس طرح کی مثالیں ان کے دلائل ہیں۔ یہ بات

تو معلوم ہی ہے کہ ایک مسلمان کو مسلمان کی اطاعت کرنی چاہیے اگرچہ وہ غلام ہو کافر کی اطاعت نہ کرے۔

صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے فرمایا: ﴿أسمعوا وأطیعوا وان أمر علیکم عبد حبشی کأن رأسه زبیبة ما أقام فیکم کتاب اللّٰه﴾ ''سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام امیر مقرر کر دیا جائے اس کا سر کشمش کی طرح ہو جب تک وہ تم میں کتاب اللہ قائم کرے۔''

دین اسلام میں انسان کی فضیلت اس کے ایمان اور تقوٰی کی وجہ سے ہوتی ہے اس کے آباء واجداد کی وجہ سے نہیں ہوتی اگرچہ وہ بنی ھاشم اہل بیت رسول ﷺ سے ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ نے جنت اطاعت کرنے والوں کے لیے بنائی ہے اگرچہ حبشی غلام ہو اور آگ نافرمانوں کے لیے تیار کی ہے اگرچہ معزز قریشی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ (الحجرات=۴۹:۱۳) ''اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قومیں وقبائل بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی پہچان رکھو۔ اللہ کے ہاں معزز تقوٰی والا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: ﴿لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأسود علی أبیض ولا لأبیض علی أسود الا بالتقوی ، الناس من آدم و آدم من تراب﴾

''کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری وفضیلت حاصل نہیں ہے نہ کسی کالے کو گورے پر نہ گورے پر کالے کو (فضیلت ہے) سوائے تقوٰی کے۔ لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے''۔

صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک قریبی قبیلے کے بارے میں فرمایا تھا کہ آل بنی فلاں میرے دوست وحمایتی نہیں ہیں بلکہ میرا دوست اللہ اور صالح مومن ہیں۔ نبی نے بتادیا کہ آپ ﷺ کی دوستی اور تعلقات رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ ایمان وتقوٰی کی بناء پر ہوتے ہیں ۔جب رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا یہ حال ہے تو ایک کافر مشرک چنگیز خان کی قرابت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس کا ایمان اور تقوٰی زیادہ ہے وہ سب سے افضل اور پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ جیسے جیسے ایمان وتقوٰی میں کمی ہوتی جائے گی درجہ بندی وفضیلت میں کمی ہوگی اگرچہ زیادہ ایمان وتقوٰی والا کالا حبشی ہو اور دوسرا علوی یا عباسی کیوں نہ ہو۔

فصل

اس آدمی کا حکم جو اس بنا پر قتال میں شریک نہیں ہوتا کہ (مدمقابل) میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں نکلنے پر مجبور کیا گیا

سوال ایسے سپاہی اور فوجی جو تاتاریوں کے خلاف اس لیے قتال نہیں کرتے کہ ان کی فوج میں ایسے لوگ شامل ہیں جنہیں مجبور کر کے میدان میں لایا گیا ہے۔ اور کیا جب ان میں سے کوئی بھاگ جائے تو اس کا تعاقب کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب جو تاتاری شام کے ملکوں پر حملہ کر چکے ہیں کتاب وسنت کی رو سے ان کے خلاف قتال واجب ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ ''ان سے قتال کرو اس وقت تک جب تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کا نہ رہ جائے (الأنفال = ۱:۳۹)۔'' دین اطاعت ہی ہے جب کچھ دین اللہ کے لیے ہو اور کچھ غیر اللہ کے لیے تو پھر اس وقت تک قتال کیا جائے گا جب تک دین مکمل طور پر صرف اللہ کے لیے نہ ہو جائے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَO فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ ''ایمان والو اللہ سے ڈر جاؤ اور بقایا سود چھوڑ دو اگر تم مومن ہو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم اللہ ورسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ (البقرة = ۱:۲۷۸ - ۲۷۹)۔'' یہ آیت اہل طائف کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب وہ اسلام میں داخل ہوئے روزے نماز کی پابندی کرنے لگے لیکن ترک سود سے انکار کیا تو اللہ نے انہیں بتلا دیا کہ اگر وہ سود سے باز نہ آئے تو یہ اللہ ورسول ﷺ سے جنگ کر رہے ہیں۔ سود کو سب سے آخر میں اللہ نے حرام کیا ہے سود کہتے ہیں اس مال کو جو کسی کی رضامندی سے لیا جاتا ہے جب یہ لوگ اللہ ورسول ﷺ سے جنگ

کرنے والے ہیں تو ان کے خلاف قتال واجب ہے تو پھر ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو اسلام کے تمام شرائع یا اکثر کو ترک کردے جیسا کہ تاتاری کرتے ہیں۔ **علمائے اسلام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اگر کوئی گروہ اسلام کے ظاہری متواتر واجبات سے انکار کرتا ہے اس کے خلاف قتال واجب ہے اگر شہادتین کا اقرار کرتا ہو اور نماز، زکاۃ، روزہ یا حج سے انکار کرے یا آپس میں کتاب وسنت کے مطابق فیصلہ کرنے سے یا فواحش کی حرمت، نکاح، ذی محرم یا شراب کی حرمت سے انکار کرے یا لوگوں کی جان ومال کو حلال سمجھے یا سود، جوا، کفار کے خلاف جہاد، ان پر جزیہ مقرر کرنے سے انکار کرے اسے نہ مانے یا ان کے علاوہ دیگر اسلامی شرائع کو ترک کرے تو اس گروہ کے خلاف قتال کیا جائے گا جب تک دین مکمل طور پر اللہ کے لیے نہ ہو جائے۔**

صحیحین میں مروی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بحث کی مانعین زکاۃ کے بارے میں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان لوگوں کے خلاف کیسے قتال نہیں کروں گا جنھوں نے ان حقوق کو ترک کردیا ہے جنہیں اللہ نے واجب کیا تھا اگرچہ وہ اسے تسلیم کریں جیسے زکاۃ اس کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر انھوں نے وہ رسی بھی روک لی جو یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتے تھے تو میں اس پر قتال کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جان لیا کہ اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا ہے اور میں نے جان لیا کہ یہ حق ہے۔ صحیحین میں متعدد طرق سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کا ذکر کیا اور ان کے بارے میں فرمایا کہ تم اپنی نمازیں، روزے اور قراءت ان کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے اس طرح خارج ہوں گے جیسے تیر نشانہ سے۔ انہیں جہاں پاؤ قتل کردو ان کے قتل میں قیامت کے دن قتل کرنے والوں کے لیے اجر ہے۔ اگر میں انہیں پاؤں تو عاد کی طرح قتل کردوں۔ سلف اور ائمہ نے ان لوگوں سے قتال پر اتفاق کیا ہے ان کے خلاف سب

سے پہلے جناب علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا اور پھر خلافت بنوامیہ، بنوالعباس نے بھی ان کے خلاف قتال کیا اگرچہ بنوالعباس خود بھی ظالم تھے۔حجاج اوراس کے نائبین نے بھی ان کے خلاف قتال کیا مسلمانوں کا ہر امیر ان سے قتال کا حکم دیتا تھا۔تاتاری اوران جیسے لوگ (یعنی تاتاریوں کی طرح شرائع اسلام سے خروج کرنے والے ان کا حکم ایک ہے) مانعین زکاۃ اورخوارج سے بڑھ کر شرائع اسلام سے خارج ہونے والے ہیں یہ ان اہل طائف سے بھی بڑھ کر ہیں جنھوں نے سود ترک کرنے سے انکار کیا تھا اب جوشخص ان کے قتال میں شک کرے گا وہ دین اسلام سے مکمل طور پر لاعلم و بے خبر ہے۔جب ان کے خلاف قتال واجب ہے تو ان کے خلاف قتال کیا جائے گا باتفاق مسلمین اگرچہ ان میں کوئی مجبوراً وزبردستی لایا گیا ہو۔جیسا کہ بدر کے دن عباس رضی اللہ عنہ کو قید کر کے لایا گیا تو اس نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زبردستی جنگ میں لایا گیا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہارا ظاہر دیکھیں گے اور باطن اللہ کے حوالے ہے۔**علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار اگر کچھ مسلمانوں کو یرغمال بنا کر بطور ڈھال استعمال کریں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو قتال کیا جائے گا اگرچہ وہ یرغمالی مسلمان مارے جائیں** اور اگر مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا خدشہ وخطرہ نہ ہو تو ان یرغمالیوں کو قتل کرنے میں دو قول ہیں:

اگر یہ مسلمان مارے گئے تو یہ شہید ہوں گے جو شہید کی موت مرتا ہے اس کی وجہ سے واجب قتال کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔جب مسلمان کفار کے ساتھ جنگ کرتے ہیں تو جو مسلمان مارا جاتا ہے وہ شہید ہے اور جو آدمی مارا جاتا ہے اور حقیقت میں وہ قتل کا مستحق نہیں تھا مگر اسلام کے فائدے کے لیے مارا گیا تو وہ شہید ہے۔

جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:﴿قُلۡ هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡدَى الۡحُسۡنَيَيۡنِ وَ نَحۡنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمۡ اَنۡ يُّصِيۡبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا﴾ (التوبة=٩:٥٢)

”کہہ دو کہ تم ہمارے بارے میں صرف دو اچھائیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو اور ہم

تمہارے بارے میں انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں عذاب پہنچائے۔''

ہم نہیں جانتے کہ زبردستی کسے لایا گیا ہے ہم ان میں سے تمیز نہیں کر سکتے جب ہم ان کے خلاف اللہ کے حکم کی بناء پر قتال کر رہے ہیں تو اللہ ہمیں اس کا اجر دے گا اور ہم (اگر مجبور کو ماریں گے غلطی سے) تو اللہ کے ہاں ہمارا عذر بھی قابل قبول ہوگا۔جبکہ مارے جانے والے اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔جب دین کے قیام کے لیے کوئی آدمی مارا گیا تو یہ اس سے زیادہ بڑھ کر نہیں ہے جو مسلمانوں کی فوج میں مارا گیا ہو۔اگر ان لوگوں میں سے کوئی (جنگ سے) بھاگ جاتا ہے تو بعض لوگ ان سے قتال کو تاویل کرنے والے باغیوں کے برابر قرار دیتے ہیں لہٰذا اگر ان کا دفاع کرنے والا گروہ ہو تو پھر بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا اور ان کے قیدی کو مارا جائے گا اور زخمیوں کو مارا جائے گا۔اس میں علماء کے دو مشہور قول ہیں۔کسی نے کہا ہے کہ ایسا کچھ نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ جنگ جمل میں علی رضی اللہ عنہ نے منادی کروائی تھی کہ ان کے بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں ہوگا ان کے زخمی و قیدی کو نہیں مارا جائے گا۔کسی نے کہا کہ یہ سب کچھ کیا جائے گا اس لیے کہ جنگ جمل میں ان کا کوئی گروہ نہیں تھا جو ان کا دفاع کرتا اور ان کے خلاف قتال کا مقصد ان کو بھگانا تھا۔جب وہ بھاگ گئے تو مزید کوئی ضرورت نہ رہی۔جس طرح کسی حملہ آور کو دھکیلا جاتا ہے۔یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جمل وصفین میں جو معاملہ تھا وہ اس طرح کا نہیں تھا جو ان لوگوں کو تاویل کرنے والے باغیوں کے برابر قرار دیتا ہے تو ان میں یہ دو قول جاری ہوتے ہیں۔حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ لوگ تاویل کرنے والے باغی نہیں ہیں اس لیے کہ ان کے پاس کوئی صحیح یا قابل قبول تاویل نہیں ہے۔

یہ ان خوارج کی طرح ہیں جو اسلام سے نکل گئے تھے اور مانعین زکاۃ و اہل طائف کی طرح ہیں جن کے خلاف قتال اس بنا پر کیا گیا کہ یہ شرائع اسلام سے خارج ہوئے تھے۔اس مقام پر بہت

فقہاء کو اشتباہ ہوا ہے۔ مصنفین نے اہل بغی سے قتال، مانعین زکاۃ، خوارج اور علی رضی اللہ عنہ کا اہل بصرہ سے قتال اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کے اتباع سے قتال ان سب کو مامور بہ قتال قرار دیا ہے۔ اس کے لیے فروعی مسائل بنائے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے غلطی کی ہے اور صحیح مذہب وہ ہے جس پر ائمہ سلف واہل مدینہ جیسے اوزاعی، ثوری، مالک اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ ہیں کہ وہ ان میں فرق کرتے ہیں۔ مثلاً خوارج سے قتال صریح نصوص سے ثابت ہے اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ جبکہ صفین وغیرہ کی جنگ پر صحابہ رضی اللہ عنہم متفق نہیں تھے بلکہ اکابر صحابہ جیسے سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، اسامہ بن زید، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ اس جنگ سے دور رہے اس میں شرکت نہیں کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت حدیثوں کا تقاضا ہے کہ دو (مسلمان) گروہوں کے درمیان صلح کروائی جائے گی قتال نہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت ہے رسول اللہ نے فوج سے خطاب کیا فرمایا: میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ عنہ) سردار ہے۔ اللہ اس کے ذریعے دو بڑے مومن گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ اللہ نے حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے اہل عراق واہل شام کی صلح کروادی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کروانا حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرار دیا۔ باجود یہ کہ حسن رضی اللہ عنہ نے امارت سے استعفیٰ دیا اور امارت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کی تھی اگر قتال مامور بہ ہوتا اور خلافت ومصالحت کو ترک کرنا (جائز) نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مامور بہ کے ترک پر کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف نہ کرتے نہ ہی ترک اولیٰ اور اختیار ادنیٰ پر تعریف کرتے۔ معلوم ہوا کہ حسن رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا بنسبت قتال کے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھاتے اور فرماتے: ((اللهم انی أحبهما وأحب من يحبهما)). ''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے محبت کرتا ہے اس سے بھی محبت کرتا ہوں''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں سے محبت کا اظہار اس طرح ہوا کہ دونوں قتال کو ناپسند کرتے تھے

اسامہ رضی اللہ عنہ نے مسلمان گروہ کے خلاف قتال کرنے سے انکار کردیا اور حسن رضی اللہ عنہ ہمیشہ علی رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے کہ وہ قتال نہیں کریں گے اور اختیارات وامارت ان کے پاس آئی تو انھوں نے وہی کچھ کیا جس کا مشورہ اپنے والد علی رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے۔

صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ اسلام سے نکلنے والا گروہ اس وقت نمودار ہوگا جب مسلمان تفرقہ میں مبتلا ہوں چکے ہوں گے جو زیادہ حق پر ہوگا وہ (اس فرقہ) کے خلاف قتال کرے گا۔ یہ فرقہ جو اسلام سے نکل گیا تھا یہ خوارج کا فرقہ تھا ان کے خلاف علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا اس کی تصدیق ان دیگر احادیث سے بھی ہوجاتی ہے جن میں اس فرقہ خوارج کے خلاف قتال کا حکم ہے اور ان میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کے خلاف قتال اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے اور جن لوگوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث ہے:

﴿ستكون فتنة القاعد فيها خير من القائم والقائم فيها خير من الماشي والماشي خير من الساعي. وقال ((يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعب الجبال ومواقع القطر﴾ ''عنقریب فتنے ہوں گے جن میں بیٹھا رہنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ فرمایا: عنقریب ایسا ہوگا کہ ایک مسلمان کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی جو پہاڑوں پر رہے اور اپنا دین لے کر فتنوں سے بھاگ جائے۔''

فتنے جنگوں کی طرح ہوتے ہیں جو مسلم بادشاہوں، حکمرانوں اور مسلم عوام کے درمیان ہوتی ہیں حالانکہ دونوں گروہ شعائر اسلام کا التزام کرنے والی ہوتی ہیں جیسا کہ جمل وصفین میں والوں میں تھا۔ ان کے آپس میں کچھ شبہات کی وجہ سے جنگ ہوئی تھی۔ جبکہ خوارج ومانعین زکاۃ واہل طائف جو کہ زکاۃ کو حرام قرار نہیں دے رہے تھے ان کے خلاف قتال دراصل اس لیے تھی کہ وہ ان شرائع میں داخل ہوجائیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ جب ان لوگوں کا ایسا گروہ ہو جوان کا

دفاع کرتا ہو تو ان کے قیدیوں اور زخمیوں کو مارنا اور ان کے بھاگنے والوں کا تعاقب کرنا جائز ہے جب یہ لوگ اپنے ملک میں ہوں اور اپنے نظریات پر قائم ہوں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ انکے ملک و شہر میں جا کر ان سے قتال کریں تا کہ دین اللہ کے لیے مکمل ہو جائے۔

تا تاری دین اسلام کے لیے قتال نہیں کر رہے بلکہ اس لیے لڑتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی اطاعت میں داخل کریں جو ان کی اطاعت میں داخل ہو جا تا اس کے خلاف جنگ روک دیتے اگر چہ وہ مشرک، یہوی یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو اور جو ان کی اطاعت قبول نہ کرتا اس کے دشمن بن جاتے اگر چہ وہ انبیاء کے تابعدار اور صالحین کیوں نہ ہوں۔ اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کفار سے قتال کریں اور مومن بندوں سے دوستی کریں۔

تا تاری دین اسلام کے لیے قتال نہیں کر رہے بلکہ اس لیے لڑتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی اطاعت میں داخل کریں جو ان کی اطاعت میں داخل ہو جا تا اس کے خلاف جنگ روک دیتے اگر چہ وہ مشرک، یہوی یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو اور جو ان کی اطاعت قبول نہ کرتا اس کے دشمن بن جاتے اگر چہ وہ انبیاء کے تابعدار اور صالحین کیوں نہ ہوں۔ اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کفار سے قتال کریں اور مومن بندوں سے دوستی کریں۔ لہٰذا شام، مصر، یمن اور مغرب کے مسلمان فوجوں کو چاہیے کہ وہ کفار کے خلاف قتال کے لیے باہمی تعاون کریں یہ صرف حکومت کے لیے یا اپنی خواہشات کے لیے ایک دوسرے کے خلاف نہ لڑیں۔ ان تا تاریوں کی یہ ذمہ داری کم سے کم یہ ہے کہ وہ اپنے قریبی کفار کے خلاف قتال کریں اور اپنے قریبی مسلمانوں کے خلاف قتال کرنے سے رک جائیں اور کفار کے خلاف قتال پر باہمی تعاون کریں ان کے ساتھ مل کر کوئی آدمی اپنی مرضی سے قتال نہیں کرتا سوائے اس کے جو فاسق، مبتدع یا زندیق ہو جیسے ملاحدہ، قرامطہ، باطنیہ ہوں جیسے رافضی سبائیہ جیسے جھمیہ معطلہ جو صفات کی نفی کرنے والے ہیں ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو ان کی تقلید کرتے ہیں خود کو دیندار اور عالم کہتے ہیں اور یہ بدترین لوگ ہیں۔

تا تاری جاہل ہیں ان کی تقلید وہ لوگ کرتے ہیں جو ان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں وہ اپنی گمراہی وسرکشی کی وجہ سے ان کی اتباع ان باتوں میں کرتے ہیں جو اللہ ورسول ﷺ نے حرام کردیے ہیں اور دین حق کو نہیں اپناتے۔ اگر ان کی خرابیاں بیان کرنا شروع کردوں تو یہ بات بہت لمبی ہوجائے گی۔ خلاصہ کلام یہ کہ ان کا مذھب اور اسلام یکجا نہیں ہوسکتے۔ اگر یہ لوگ اس دین حنیفی کا اظہار کررہے ہیں جو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں تو اس کی اطاعت کرتے اس سے رہنمائی حاصل کرتے جیسا کہ طائفہ منصورہ کی صفت ہے۔ نبی ﷺ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

﴿لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم و لا من خذلهم حتٰى تقوم الساعة﴾ ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اس کی مخالفت کرنے والا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا جب تک قیامت قائم نہ ہوجائے۔''

یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اہل غرب ہمیشہ غالب رہیں گے۔ غرب والے ہی پہلے لوگ ہیں جو اس سورش کے مقابلے میں آئے۔ نبی ﷺ نے جب یہ بات کہی تھی تو آپ مدینہ میں تھے اور مدینہ کا مغرب شام ومصر ہیں اور مشرق میں جزیرہ وعراق ہے سلف اہل شام کو اہل غرب کہتے ہیں اور اہل عراق کو اہل مشرق کہتے ہیں۔ جو میں نے ان کے بارے میں کچھ کہا ہے اس کے بارے میں آثار اور ادلہ شرعیہ موجود ہیں۔

فتاویٰ شرعیہ

کیا وضعی قوانین بنانے والے کافر ہیں؟

شیخ حمود بن عقلا الشعیبی حفظہ اللہ

سوال: فضیلۃ الشیخ حمود بن عبداللہ بن عقلاء الشعیبی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......اما بعد

موجودہ دور میں عالمِ اسلام اور عرب ممالک میں مسلمانوں کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کے بدلے وضعی قوانین کے ذریعے حکومت کرنے والوں پر انحصار بڑھ گیا ہے تو ان حکمرانوں کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ قرآن وسنت اور علماء کے اقوال کی روشنی میں اس کا مدلّل جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين، اما بعد......

بے شک اللہ جل جلالہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین کے ساتھ مبعوث فرمایا جس کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانیت کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالا، جبکہ لوگ ایسے وقت میں جہالت وگمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے پھرتے تھے۔ اس وقت لوگ اپنے عقائد، عبادات، محاکم اور تمام معاملات میں خرافات کے سمندر اور اپنے آباء کی اندھی تقلید میں غرق تھے۔ پس اس وقت ان کی عبادات اور اعتقادات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ واضح شرک سے عبارت تھیں۔ وہ شجر وحجر، ملائکہ، جن وبشر وغیرہ کو اللہ جل جلالہ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے۔ اس کے ساتھ وہ ان مذکورہ اصناف کا تقرب حاصل کرنے کے لیے وہ تمام عبادات بجالاتے تھے جو صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہی روا ہیں۔ جیسے کہ نذر وذبح وغیرہ۔

انہی عبادات میں جھگڑوں کے فیصلہ وتحاکم کا طریقہ بھی کچھ کم گمراہی وفساد پر مبنی نہ تھا۔وہ طاغوت کاہنوں اور نجومیوں کو لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں، اختلافات، اموال ،عصمت وخون وغیرہ میں حاکم وفیصل بناتے تھے۔ ہر محلے میں وہ ایسا ہی ایک طاغوت کھڑا کر تے تھے اور جب وہ فیصلہ کر دیتا تو باوجود اس کے ظلم وجور پر ناحق فیصلہ کے،اس کا فیصلہ نہ تبدیل ہوتا اور نہ ہی اسے کوئی چیلنج کر سکتا تھا۔لیکن جب اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ ﷺ نے ان تمام رسوم ورواج، عادات وتقالید کو باطل ٹھہرا دیا اور عبادت، فیصلہ وتحاکم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے خاص کر دیا۔اللہ عزوجل نے فرمایا﴿ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ ﴾''حکم صرف اللہ جل جلالہ کا ہے،اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں''۔ اور اللہ جل جلالہ نے فرمایا﴿ان الحکم الا للہ ﴾''حکم صرف اللہ کا ہی ہے''۔پھر آپ نے حکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کی طرف خاص کر دیا﴿الا تعبدوا الا ایاہ ﴾''اس کے علاوہ کسی کی عبادت جائز نہیں''۔اللہ عزوجل نے عبادت کو اپنے لیے خاص کرنے کا ابلغ ترین طریقہ اختیار فرمایا اور وہ ہے''نفی واستثناء''۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب کا مطالعہ کرنے والا بہت سی آیات پاتا ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نبی ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کی طرف تحاکم کو لازم قرار دیتی ہیں......

(۱) اللہ جل جلالہ فرماتے﴿ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون ﴾اور جو کوئی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے وہی کافر ہیں۔**پس یہ آیت اس بندے کے کفر پر نص ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے اعراض کر کے دوسرے کی طرف رجوع کرے۔**

مرجئۃ العصر کے بہت سے جاہلوں نے اس آیت کی دلالت کو''غیر ماانزل اللہ''پر حکم کرنے والے حاکم کے کفر سے پھیرنے کی کوشش کی ہے وہ کہتے ہیں''کہ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے پس اس کے حکم میں ہم (مسلمان) شامل نہیں''۔یہ بات ان قواعد سے انکی جہالت پر

دلیل ہے جوعلمائے تفسیر وحدیث اور علمائے فقہ نے وضع کیے ہیں۔اور وہ یہ ہے کہ﴿ان العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب﴾ کہ عمومی لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ خصوصی سبب کا۔پس جب کسی معین سبب کی بنا پر کوئی حکم نازل ہوتا ہے تو وہ اسی سبب کو ہی شامل نہیں رہتا بلکہ ہر اس کو شامل کرتا ہے جو اس کے تحت اللفظ میں آئے۔﴿من﴾ کا لفظ آیت میں بطورِ صیغہء عموم وارد ہوا ہے۔پس حکم صرف اپنے سبب کے ساتھ ہی خاص نہیں رہے گا جب تلک کہ کوئی ایسی شرعی نص نہ موجود ہو جو اس حکم کو صرف سبب کے ساتھ ہی خاص کردے۔جیسے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب آپ سے ایک صحابی نے سوال کیا﴿انه كانت لی عناق احب الی من شاة فضحيت بها فهل تجزئنی؟فقال عليه السلام تجزئك ولا تجزیء احدا بعدك﴾ کہ میرے پاس ایک اونٹنی کا بچہ تھا جو مجھے بکری سے زیادہ پسند تھا تو میں نے اس کو قربان کردیا تو کیا یہ قربانی مجھے کافی ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کفایت کرے گی لیکن تیرے بعد کسی کو کفایت نہ کرے گی۔

اسی طرح یہ مرجئۃ کہتے ہیں کہ ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا﴿ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكفرون﴾ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا﴿کفر دون کفر﴾ یہ کفر سے کم تر کفر ہے۔اور ایک روایت میں ہے﴿لیس الکفر الذی یذهبون الیه﴾ یہ وہ کفر نہیں جس کی طرف وہ جاتے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ ''ہشام بن حجیر'' اس حدیث کا راوی ''عن طاؤس عن ابن عباس رضی اللہ عنہ'' ائمہ حدیث جیسے کہ امام احمد بن حنبل اور یحی بن معین رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کے ہاں متکلم فیہ ہے۔جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طاؤس سے اسی روایت میں عبد اللہ بن طاؤس رحمہ اللہ نے اپنے والد سے خلاف کیا ہے جو اس سے زیادہ اوثق ہے۔کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اسی آیت کے متعلق تو انہوں نے فرمایا﴿هی به کفر﴾ وہ اس کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرنا ہے۔(یعنی جو

اللہ کے حکم کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے)۔

② اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فلا وربک لا یوء منون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما﴾ تیرے رب کی قسم وہ ہرگز ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تلک آپ کو اپنے فیصلوں میں حاکم تسلیم نہ کرلیں اور اس کے بعد سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اس فیصلہ کے خلاف دل میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں۔ یہ آیت اس بندے کے ایمان کی نفی کرتی ہے جو اللہ کی شریعت کو حاکم نہیں مانتا۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے ایسے بندے کے بے ایمان (کافر) ہونیکی قسم کھائی ہے جب تک کہ اس میں تین چیزیں نہ موجود ہوں

(۱) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شرعیت کی طرف فیصلہ لے جانا۔

(۲) اپنے نفس میں کوئی تنگی محسوس نہ کرے بلکہ اس فیصلہ پر راضی ہو۔

(۳) اللہ جل جلالہ کے حکم پر سرِ تسلیم خم کردے اور اس پر راضی ہو جائے۔

جیسے کہ مرجئۃ العصر نے سابقہ آیت کی دلالت کو حاکم بغیر ما انزل اللہ کے کفر سے پھیرنے کی کوشش کی، اسی طرح انہوں نے اس آیت کی دلالت سے بھی ایمان کی نفی کو پھیر دیا۔ وہ کہتے ہیں ''ان النفی لکمال الایمان لا لنفی الحقیقۃ'' یہاں نفی کمال ایمان کی ہے نہ کہ حقیقتِ ایمان کی۔ لیکن یہ جاہل اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ﴿ان الاصل فی الکلام العربی الحقیقۃ﴾ **عربی کلام میں اصل مفہوم حقیقت ہی مراد ہوتا ہے اور اس کے معنیٰ کو مجاز کی طرف اس وقت تک نہیں پھیرا جا سکتا جب تلک اس کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جو لفظ کو اس کے راجح مفہوم سے مرجوح کی طرف پھیر دے۔** پس کس دلیل اور کس قرینہ کے ساتھ اس آیت میں ایمان کی نفی کو حقیقی سے مجازی معنیٰ کی طرف پھیرا جاتا ہے۔

③ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں ﴿الم تر الی الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید

الشیطان ان یضلھم ضلالا بعیدا۔واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقون یصدون عنک صدودا ﴾''کیا آپ ﷺ نے ان کو نہیں دیکھا جو یہ زعم رکھتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئے آپ ﷺ پر اور آپ سے قبل اتاری گئی شریعت پر، وہ طاغوت کی طرف فیصلہ لے کر جانا چاہتے ہیں جب کہ انہیں اس سے کفر کا حکم دیا گیا ہے اور شیطان انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دینا چاہتا ہے۔اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اس بات کی طرف جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف نازل کی تو آپ ﷺ دیکھیں گے کہ منافقین آپ ﷺ سے اعراض برتتے ہیں''۔ **یہ آیت بدلیل**﴿یزعمون انھم امنوا﴾**قطعی نص ہے اس شخص کے نفیء ایمان کی جو طاغوت کی طرف فیصلہ لے کر جاتا ہے یا اس کو حاکم بناتا ہے۔**پس اگر وہ سچے مومن ہوتے تو پھر ان کے''ایمان کے زعم'' کی تعبیر وارد نہ کی جاتی۔پس جب اللہ جل جلالہ نے ان کے ایمان کی تعبیر''زعم'' کے ساتھ کی تو یہ حقیقتِ ایمان کی نفی کی دلیل ہے۔جیسے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قول ہے ﴿وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلھم ضلالا بعیداً﴾وہ طاغوت کی طرف فیصلہ لے کر جانا چاہتے ہیں جب کہ انہیں اس سے کفر کا حکم دیا گیا ہے اور شیطان انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دینا چاہتا ہے۔یہ بھی حقیقت میں ایمان کی نفی کی دلیل ہے۔جو طاغوت کی طرف فیصلہ لے کر جائے یا اسے حاکم بنائے تو اس کا کافر ہونا سببِ نزول آیت سے بھی واضح ہوتا ہے۔مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی اور یہودی کے درمیان کوئی جھگڑا تھا تو یہودی نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف فیصلہ کے لیے چلتے ہیں تو دوسرے نے کہا نہیں بلکہ ہم کعب بن اشرف یہودی کی طرف چلتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔امام الشعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کوئی جھگڑا تھا تو یہودی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ محمد ﷺ رشوت نہیں لیتے جبکہ منافق کہنے لگا کہ ہم یہود سے فیصلہ کرواتے ہیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہود رشوت لیتے ہیں۔تو دونوں نے اتفاق کیا کہ وہ اپنا

فیصلہ جہینہ کے ایک کاہن سے کروائیں گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ اثر امام الشعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے اور اگرچہ اس میں ضعف ہے لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں جو اسے تقویت دیتے ہیں۔ اس آیت سے استدلال کی وجہ سبب نزول اس شخص کے کفر وارتداد سے ہے متعلق جس کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ تھا۔ پس اگر وہ مرتد نہ ہوتا تو اسے قتل نہ کرتے!!

عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ دو آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا جھگڑا لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کے حق میں فیصلہ دیدیا۔ تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ کہنے لگا ہمیں عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیجیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں عمر رضی اللہ عنہ کی طرف چلے جاؤ۔ پس وہ چلے گئے اور جب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا وہ کہنے لگا اے ابن الخطاب بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ دیدیا ہے تو اس نے کہا کہ ہمیں عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیجیے تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی طرف بھیجا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا معاملہ ایسا ہی ہے وہ کہنے لگا ہاں تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہیں ٹھہرو یہاں تک کہ میں آ کر تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ تو وہ اپنی تلوار لیے نکلے اور جس نے کہا تھا ہمیں عمر کی طرف بھیج دیجیے اسے قتل کر دیا۔

یہ اختلاف جو سیاقِ قصہ میں واقع ہوا ہے احتمالِ تعدد کے باعث اس کے ثبوت میں کوئی قدغن عائد نہیں کرتا۔ جیسے کہ اللہ کے اس قول میں ہے ﴿واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا﴾ ''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اس بات کی طرف جو اللہ نے اپنے رسول کی طرف نازل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے کہ منافقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض برتتے ہیں''۔ اس میں واضح دلالت ہے کہ جو کوئی اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اعراض برتتے ہوئے کسی اور کو حاکم بنائے وہ منافق ہے اور **''منافق کافر ہی ہوتا ہے''۔**

قوانینِ وضعیہ کو حاکم بنانے والا کافر ہے جیسے کہ اوپر ذکر ہوا، پس قوانینِ وضعیہ کو قانون بنانیوالا اور انہیں وضع کرنے والا کافر ہے۔ کیونکہ لوگوں کے لیے ایسے قوانین بنانے کے ساتھ ہی وہ قانون سازی میں (نعوذ باللہ) اللہ کا شریک بن گیا ہے۔ جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ﴾ کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو دین میں ایسی باتیں بناتے جس کی اللہ جل جلالہ نے اجازت نہیں دی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ﴾ انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ رب بنالیا۔ اسی لیے جب عدیؓ بن حاتم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کو سنا وہ کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہم نے تو ان کی عبادت نہیں کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال نہ ٹھہراتے تھے تو تم اسے حلال و حرام جانتے تھے وہ کہنے لگے جی ہاں ایسا ہی تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فتلك عبادتھم ایاھم﴾ پس یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔

آیتِ مبارکہ اور حدیثِ عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم سے ثابت ہوا کہ حلال و حرام مقرر کرنا اور قانون سازی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ اوپر مذکور آیاتِ کریمہ اور ان کے ساتھ ہماری تعلیقات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ **جو کوئی اللہ جل جلالہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرے اور اللہ کی شریعت اور اسکے حکم سے اعراض کرے وہ اللہ العظیم کے ساتھ کفر کرنے والا ہے اور ملتِ اسلام سے خارج ہے۔** اسی طرح وہ آدمی بھی یہی حکم رکھتا ہے جو لوگوں کے لیے وضعی قوانین بنائے کیونکہ وہ اگر ان پر راضی نہ ہوتا تو کبھی ان کے مطابق حکم نہ کرتا پس حقیقتِ واقعہ اس کے عمل کو جھٹلاتی ہے۔ **کیونکہ کتنے ہی حکمرانوں کو یہ اختیارات سونپ دیے گئے ہیں کہ وہ حکم کو مؤخر کر سکتے ہیں، اس میں تبدیلی اور حذف کا اختیار رکھتے ہیں۔**

پس اگر اس بات سے بھی ہم دستبردار ہو جائیں اور کہیں کہ انہوں نے خود تو قوانین نہیں بنائے تو

پھر رعایا پر کس نے وہ قوانین لازم کیے ہیں اور اس کی مخالفت پر سزا مقرر کی ہے؟ ان کے اور تاتاریوں کے حالات میں کیا فرق ہے جن کے کفر کے متعلق ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے اجماع نقل کیا ہے۔ تاتاریوں نے الیاسق وضع نہیں کیا تھا بلکہ جس نے اسے بنایا تھا وہ ان کا پہلا حاکم چنگیز خان تھا۔ پس ان کا حال ان تاتاریوں کے حال کے مشابہ ہے۔ ان دلائل سے واضح ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے والا دو جانب سے کفر کا مرتکب ٹھہرتا ہے......

(1) شریعت سازی یا قانون سازی میں اگر وہ قانون بنائے۔

(2) حکم میں اگر وہ اس پر حکم کرے۔

یہاں جبکہ میں وضعی قوانین پر حکم کرنے والے کے کفر پر دلالت کرنے والی نصوص کے ذکر سے فارغ ہو گیا پس اب میں وضعی قوانین پر حکومت کرنے والوں کی تکفیر سے متعلق علماء کے اقوال ذکر کروں گا......۔

① شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ رہتے ہیں جیسے کہ فتاویٰ (267/3) میں ہے...... جب کوئی انسان کسی مجمع علیہ حرام کو حلال کرتا ہے یا مجمع علیہ حلال کو حرام کرتا ہے یا مجمع علیہ شریعت کو بدلتا ہے تو وہ فقہاء کے اتفاق سے کافر ہے۔

اسی طرح فتاویٰ (372/35) میں کہتے ہیں جب عالم کتاب اللہ اور سنتِ رسول سے معلوم بات کو ترک کرتا ہے اور اللہ اور رسول کی سنت کی مخالفت میں حاکم کے حکم کی اتباع کرتا ہے تو وہ مرتد و کافر ہے اور دنیا و آخرت میں عذاب کا مستحق ہے۔

② حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (119/3) میں کہتے ہیں کہ جس نے خاتم الانبیاء پر نازل ہونے والی محکم شریعت کو چھوڑا اور اس کے علاوہ منسوخ شرائع کی طرف رجوع کیا تو وہ کافر ہے۔ پس وہ جو یاسق کی طرف فیصلہ لیکر جائے وہ کیسا ہے؟ اور جس نے ایسا کیا وہ مسلمانوں کے اجماع

کے ساتھ کافر ہے۔

③ ہمارے شیخ محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ وضعی قوانین پر حکم کرنے والوں کی تکفیر سے متعلق نصوص کے ذکر کے بعد کہتے ہیں ''ان آسمانی نصوص کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہیں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ ان وضعی قوانین کی اتباع کرتے ہیں جنہیں شیطان نے اپنے اولیاء کی زبانوں سے اللہ ورسول کی شریعت کی مخالفت میں وضع کیا ہے، بے شک ایسوں کے کفر و شرک میں کوئی شک نہیں کرسکتا مگر وہ جسے اللہ جل جلالہ نے وحی کے نور سے اندھا کر دیا ہو''۔

④ ہمارے شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ آل الشیخ اس آیت ﴿فلا وربك لا یوء منون ......﴾ کی تفسیر میں تعلیقاً کہتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس شخص کے ایمان کی نفی کی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جھگڑوں میں حاکم نہ تسلیم کرے۔ یہ نفی مئوکد ہے جس میں اداة النفی کا تکرار قسم کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ ہے وہ بات جو انہوں نے اس آیت کی تعلیق میں ذکر کی ہے۔ میں ان کے حلقات میں بڑے اہتمام سے حاضر ہوا کرتا تھا اور میں نے انہیں کئی مرتبہ شدت سے اس بات کو دہراتے ہوئے سنا ہے وہ صراحتاً اس کی تکفیر کرتے تھے جو غیر شریعۃ اللہ پر حکم کرے۔ جیسے کہ اس بات کو انہوں نے خود رسالة تحکیم القوانین میں واضح کیا ہے۔

ہمارے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اپنے رسالہ نقد القومیه العربیه صفحه 30 پر اس شخص کے متعلق کہتے ہیں جو قرآن کے خلاف وضعی احکام کو مانے ''یہ وہ عظیم فساد اور واضح کفر وارتداد ہے جیسے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ﴿فلا وربك لا یوء منون حتیٰ یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما﴾ ''تیرے رب کی قسم وہ ہرگز ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے فیصلوں میں حاکم تسلیم نہ کرلیں اور اس کے بعد سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اس فیصلہ کے خلاف دل میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں''۔ اور اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں ﴿افحکم الجاهلیة یبغون ومن احسن من الله حکما لقوم یوقنون﴾ ''کیا

وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں جبکہ یقین کرنے والوں کے لیے اللہ کے حکم سے بہتر کوئی شئے نہیں''۔ یہاں تک کہ شیخ نے کہا کہ **ہر وہ حکومت جو اللہ کی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتی، وہ ان واضح محکم آیات کی دلالت سے جاہلیت کی کافر، ظالم وفاسق حکومت ہے۔ اہل اسلام پر ایسی حکومت سے بغض ودشمنی رکھنا واجب ہے اور اس سے دوستی ومحبت رکھنا حرام ہے یہاں تک کہ وہ (حکومت) اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لے آئے اور شریعت کے مطابق حکم کرے''۔**

میں نے جس قدر نصوص اور اقوالِ علماء ذکر کردیے ہیں وہ اس بات کے بیان کے لیے کافی ہیں کہ ''وضعی قوانین کے مطابق حکم کرنا کفر ہے'' اور ''ان کا حکم کرنے والا کافر ہے''۔ اگر میں اس باب میں علماء وائمہ کا کلام نقل کرنے لگ جاؤں تو باب بہت طویل ہوجائے گا لیکن جو میں نے ذکر کیا ہے وہ سائل کے جواب کے لیے کافی ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلىٰ آله وصحبه اجمعين۔

10/02/1422 هجری

(وصیت شہید)

اے طواغیت اور اے صلیبیو !......

ہم تمہاری زندگی کا سکون غارت کر دیں گے!

الجزائر کے شہیدی مجاہد صہیب ابو ملیح رحمہ اللہ کی وصیت سے اقتباسات

ان صفحات پر ہم الجزائر کے ایک مایہ ناز شہیدی مجاہد کی وصیت پیش کر رہے ہیں۔ اس وصیت کے مطالعہ سے ہمارے موحد بھائیوں کو آگاہی حاصل ہوگی کہ پوری مسلمان دنیا میں طواغیت کے **ارتدادی نظام** کے خلاف آپ کے ہم عقیدہ بھائیوں نے محاذِ جنگ گرم کر رکھا ہے۔ لہذا اپنے اندر موجود اس احساسِ **اجنبیت** کو ختم کیجیے کہ ارتداد کے خلاف اس جنگ میں آپ اکیلے ہیں...... جبکہ ایسا نہیں، **ساری مسلمان دنیا میں حجاز سے لیکر پاکستان تک ایک ہی جنگ ہے...... ایک عقیدہ کے ساتھ...... ایک ملت کی معیت میں...... ایک ہی دشمن کے خلاف......اور وہ دشمن ہے......**

صلیبی جنگ میں صہیونی کا معاون ''طاغوتی نظام''!

''مندورہ'' شہر (الجزائر) سے تعلق رکھنے والے شہیدی نوجوان ...... جو صف اول کے شہسوار، بہادر مجاہد اور حیرت انگیز کرامات کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنے اہل وعیال اور احباب کو ترک کیا اور ان اہل وعیال سے جا ملے جنہیں پاکیزگی نفس، حقیقی بھائی چارے اور طلبِ شہادت کے جذبے نے ہی اکٹھا کیا تھا۔ آپ نے دنیا کی اس حقیر زندگی کو خیر باد کہہ دیا کہ جس میں دین رسوا ہو، عزتیں پامال ہو رہی ہوں، صلیبی اور ان کے دم چھلے قوت واقتدار پر قابض ہوں۔ اللہ اکبر کی صداؤں میں جن کی بازگشت **ارض رباط الجزائر** کے پہاڑوں میں ہمیشہ سنائی دیتی ہے، ہمارے اس شہید بھائی نے اپنے قدموں کو میدان جہاد کی مٹی سے غبار آلود رکھا اور رب کی رضا کے حصول اور مرتدین کے غلبہ کے خاتمہ کی طرف ہمیشہ اپنے آپ کو شہیدی حملہ کے لیے تیار رکھا۔

پس اللہ نے آپ کا خواب پورا کر دکھایا اور آپ کو فرانس کے ایجنٹوں پر قہر بن کر گرنے اور انہیں کبھی نہ بھولنے سبق سکھلانے کی توفیق عنایت فرمائی۔ اللہ کی توفیق سے آپ نے ''اخضریہ'' میں فوجی مرکز تباہ کیا...... **اس مبارک غزوہ میں کم از کم 70 مرتد فوجی جہنم واصل ہوئے اور 8 گاڑیاں تباہ ہوئیں۔**

سو ابو ملیح کی تجارت کامیاب رہی...... ابو ملیح کی تجارت کامیاب رہی۔

شہید صہیب ابو ملیح کی وصیت سے اقتباسات

تمام تعریفیں اللہ واحد الاحد کیلئے ہیں اور درود و سلام ہوں جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ پر......

اے میری امت...... امتِ توحید...... اے عزت و بزرگی کی حامل امت!

آج کیوں میں تمہیں طواغیت اور حملہ آوروں کے قدموں تلے ذلیل ہوتے دیکھتا ہوں جبکہ تم تو تمام امتوں کے سرادر تھے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ دشمن تمہارے بیٹوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھے ہوئے ہے؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہودی، صلیبی اور مرتدین فلسطین، عراق، افغانستان، الجزائر اور چیچنیا میں کس طرح ہماری بہنوں کی عزتوں سے کھیل رہے ہیں۔ یہ سب کچھ جاری ہے اور امت ذلت کی نیند سو رہی ہے۔ **یہ صلیبی جنگ ہے جس کی قیادت شیطان بش کر رہا ہے اور ہماری قوم کے کتے مرتد حکام اس کی پوری طرح مدد کر رہے ہیں۔**

اے امتِ مسلمہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ...... ذلت کی اس چادر کو اتار پھینکو اور جہاد کی تلواریں تھام کر سچے مجاہدین کے ساتھ آملو۔

میرے وہ مجاہد بھائی، ہم سفر ساتھی اور محبوب دوست جنہوں نے اپنی جانیں اس دین کے لیے کھپا دیں اور ہر قیمتی شئے اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کے لیے لٹا دی، ان کو اور ان ستائے گئے لوگوں کو جنہوں نے اپنے گھر بار اور اہل و عیال کو چھوڑ دیا، میں یہ کہوں گا کہ اے اہلِ جہاد، اے شہادت کے طلبگارو! اے مسلمانوں کی حرمت اور عزت پر غیرت کھانے والو! صبر کے ساتھ اس راہ پر

ڈٹے رہو کیونکہ موت تو ایک ہی دفعہ آنی ہے پھر کیوں نہ یہ اللہ کی راہ میں آئے ،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ﴾''اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں) بلکہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہوکر) ان میں شامل نہیں ہوسکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ ان پر روزِ قیامت کچھ بھی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے'' (آلِ عمران 170-169) میں آپکو تقویٰ، دین پر ثابت قدمی، اللہ کی اطاعت، جہاد فی سبیل اللہ اور دشمنوں کی ایذاؤں پر صبر کی تلقین کرتا ہوں۔ بے شک اللہ اپنے دوستوں اور نیک بندوں کے ساتھ ہے۔ وہ ان کی حفاظت اور مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور ہم پر لازم ہے کہ مومنین کی مدد کریں۔

(الروم 147)

اے طواغیت اور اے صلیبیو! جہاں تک تمہارا معاملہ ہے تو ہم تمہاری زندگی کا سکون غارت کردیں گے۔ اور تمہارا چین برباد کیے رکھیں گے جب تک کہ ہمارے جسم میں خون کا آخری قطرہ بھی موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہم تمہاری جڑیں نہ کاٹ ڈالیں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کا بدلہ تم سے نہ لیں اور تم ہماری زمینوں سے رسوا ہوکر بھاگ نہ جاؤ۔ ہماری یہ جنگ تم سے یونہی جاری رہے گی۔ **جان رکھو ہم نے تمہارے لیے شہیدی حملہ آوروں کا ایسا دستہ تیار کر رکھا ہے جو موت کو ایسے چاہتا ہے جیسے تم زندگی کو۔** انہوں نے تو سچا عہد کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں مرتدین اور صلیبیوں پر آگ بن کر برسیں گے اور ان کا نور تو آنے والی نسلوں کو بھی روشنی عطا کرے گا۔

اپنے شیخ اور امیر ابو مصعب عبد الودود (حفظہ اللہ) سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرمائے، آپ کے منصوبوں کو کامیاب بنائے اور آپ کی حفاظت فرمائے۔ یہ آپ کے لشکر ہیں جنہوں نے آپ کی پکار سنی اور اس پر لبیک کہا اور اس بات کی بشارت حاصل کریں کہ

شہیدی دستہ آپ کی فوج کا سب سے بڑا دستہ بن چکا ہے اور اللہ کی نصرت اور اس کی جنت کا وعدہ ان شاء اللہ بالکل قریب ہے۔

علمائے سوء کے پیدا کردہ شبہات

عین ممکن ہے کہ بعض منافقین، مثلاً علمائے سوء وغیرہ یہ بات کہیں کہ اسلام تو ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ ہم سب...... یعنی عوام، فوج اور حکومت...... باہم مل جل کر رہیں تا کہ یکجان ہو کر بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کیا جا سکے اور فتنہ وفساد سے بچا جا سکے۔ میں اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی بھی یہ بات کرے وہ درحقیقت اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ یہ حکومت اور فوج تو خود امت کے دشمن بن چکے ہیں اور ان کی حیثیت محض کفار کے ہاتھوں میں موجود اسلحے کی سی ہے جس کا رخ ہمیشہ مسلمانوں ہی کی طرف ہوتا ہے۔ یہ زندگی کے تمام معاملات میں دینِ اسلام کی طرف رجوع کرنے سے انکاری ہیں، خواہ سیاست ہو یا اقتصادیات، معاشرت ہو یا کوئی بھی دیگر شعبۂ حیات۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اور ان جیسے دیگر دشمنوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے، نہ کہ ان کے ساتھ اکٹھے ہونے اور انہی سے چمٹے رہنے کا، جیسا کہ ان منافقین کا دعویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔'' (الأنفال: ۳۹)

الشیخ المجاهد اسامه بن لادن حفظہ اللہ

(تعلیم و تزکیه)

سمع و اطاعت

محمد بن احمد السالم رحمہ اللہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کے بعد سب سے پہلی وصیت یہ ہے "کہ جس کو اللہ جل جلالہ نے مجاہدین کے امور کا والی بنایا ہے اسکی سمع و اطاعت کی جائے"۔ **آج جب کہ اُمت خائن و مرتد حکمرانوں کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا ہے جنہوں نے مخلوق کا حق ضائع کرنے سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق ضائع کر دیا۔** ان لوگوں کی ولایت کا باطل ہونا اور ان کے ساتھ جنگ و مخالفت کا لازم ہونا معلوم ہے۔ لیکن یہاں سمع و اطاعت سے مراد ان لوگوں کی اطاعت ہے جنہیں اللہ جل جلالہ نے جہاد میں والی (مسئول) بنایا ہے۔ یہ معاملہ اپنی اہمیت کے ساتھ ساتھ خطرناک بھی ہے جبکہ شارع الحکیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ابھارتے ہوئے فرمایا کہ جس نے میرے امیر کی مخالفت کی تو گویا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ **سمع و طاعت اجتماع و باہمی مضبوطی کا مظہر ہے جبکہ تنازع، تفرق اور اختلاف کا مظہر اور اسکی ضد ہے۔**

تنازع اور اختلاف جہاد میں ہزیمت و ناکامی کا باعث ہے ﴿ولا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين﴾ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تنازع مت کرو کہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ تاریخ و سیرت میں غور و فکر کرنے والا جانتا ہے کہ امیر کی نافرمانی چاہے کیسی بھی ہو اس کا اثر و فساد بہت گہرا ہوتا ہے۔ اس پر سب سے بہترین شاہد وہ واقعہ ہے جو غزوہ احد میں صحابہ کے ساتھ پیش آیا جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی تو مسلمانوں کے لشکر پر مصیبت و پریشانی آ گئی جس میں بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے چند صحابہ کے ساتھ زخمی ہو گئے اور یہ سب (امیر کی) معصیت کے سبب تھا۔

کتنے ہی علاقوں اور جہاد کے میدانوں میں معصیت کا ارتکاب مجاہدین پر مصیبت و آزمائش اور خون ونفوس کے نقصان کی صورت میں ظاہر ہوا۔پس جہاد کے میدان میں معصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کا اثر صرف ارتکاب کرنے والے پر ہی آتا ہو بلکہ پورے مجموعہ پر اس کا اثر آتا ہے اور پورالشکراس کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔کتنے ہی بھائی ہیں جنہیں امیر نے کسی علاقہ میں جانے سے منع کیا تو ان میں سے کوئی امیر کی نافرمانی کرتے ہوئے اس علاقہ میں چلا گیا۔پھراس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھائی گرفتار ہو گیا۔

کتنے ہی بھائی تھے جنہیں میں نے (بحثیتِ امیر) کچھ ہدایات دیں اور انہوں نے اس کی نافرمانی کی یہاں تک کہ وہ سرزمینِ جہاد تک پہنچنے سے محروم ہو گئے۔کتنے ہی بھائی ہیں جنہوں نے امنیت (سکیورٹی) واحتیاط کے حوالے سے امیر کی ہدایات کی مخالفت کی تو یہ اس کے اور مجموعہ کے کچھ بھائیوں کی گرفتاری کا سبب بن گیا۔ایسے واقعات جو اس باب میں ذکر کیے جاتے ہیں اس میں ایک واقعہ مجھے ایک بھائی نے بتایا کہ ایک مجاہد بھائی افغانستان میں ٹریننگ کے معسکرات تک پہنچنے کی ترغیب رکھتا تھا۔تو اسکے مسئول (امیر) نے اسے ہدایات دیں کہ وہ اپنے گھر والوں سے رابطہ نہ کرے جب تلک وہ پاکستان نہ پہنچ جائے۔لیکن اس بھائی نے امیر کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاز میں سوار ہونے سے پہلے اپنے ہی ملک کے ائرپورٹ سے اپنے گھر والوں کوفون کرلیا۔اس کے گھر والوں نے فوراً ہی ائرپورٹ عہدیداران سے رابطہ کیا اور جہاز کے ٹیک آف کرنے سے پہلے ہی اسے گرفتار کرلیا گیا۔پس اس نے نافرمانی کی قیمت یہ ادا کی کہ وہ جہاد واعداد فی سبیل اللہ سے محروم ہو گیا۔

اس ضمن میں واقعات واحداث بہت ہیں۔لیکن میں ان مجاہد بھائیوں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ذلت کی زندگی سے انکار کر دیا ہے اور اپنے نفس کی خواہشوں پر قابو پالیا ہے کہ وہ امیر کے لیے ہر بڑے چھوٹے معاملہ میں اپنے نفسوں کو سمع وطاعت کی لگام پہنا دیں۔پس سوائے

معصیت کے ہر چیز میں اطاعت ہے۔اگر امیر کو در پیش مسئلہ اجتہادی ہو تو اس میں دو یا اس سے زیادہ اقوال ہیں۔اگر امیر کسی ایک قول کو اختیار کر لے چاہے وہ راجح ہو یا مرجوح تو اس کے اختیار کے سامنے جھک جانا واجب ہے کیونکہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اس میں کوئی انکار نہیں۔

خبردار تأویل سے بچو کیونکہ وہ مصیبت و آزمائش کا سبب ہے۔ہر وہ شخص جو امیر کی نافرمانی چاہتا ہے اگر وہ تاویل کو تلاش کرے گا تو اسے جلد پا لے گا۔جیسے کہ غزوہ احد میں یہ تاویل تھی کہ معرکہ ختم ہو گیا اس لیے جبلُ الرماۃ پر ہمارا رہنا اب ضروری نہیں اور اسی طرح تاویلات ہوتی ہیں!!۔پس جب آپ نافرمانی سے بچنا چاہیں تو بالکل تاویل نہ کریں بلکہ اپنے نفس پر ''امر کی اتباع'' اور ''عدمِ تجاوز'' کو لازم کر لیں۔

یہ ہمارے لیے کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ ہم اہلِ باطل اور طاغوت کے لشکروں کو دیکھتے ہیں کہ ان کے اندر کس قدر سمع و اطاعت اور نظم و ضبط ہے جو کسی سے مخفی نہیں۔آپ دیکھتے ہیں کہ ان کا ایک فرد کسی معصیت کی طرف یا پھر کفر کی طرف بڑھتا ہے اور جب اس سے سوال کیا جائے تو کہتا ہے ''عبدٌ مأمور'' کہ مجھے حکم دیا گیا تھا۔اس کے مقابل ہم دیکھتے ہیں کہ اس بات کو تلاش کیا جاتا ہے جبکہ مجاہدین میں یہ پہلو کمزور ہے اور اللہ ہی مددگار ہے۔

اے میرے محترم بھائی تجھ پر واجب ہے کہ جو کوئی امیر کی معصیت کا ارتکاب کرے اس پر شدید انکار کر اور اپنے امیر اور اپنے بھائی کا مددگار بن تاکہ وہ کسی ایسی خطا کا ارتکاب نہ کرے جس کی قیمت امت اور مجاہدین کو ادا کرنی پڑے۔**اے مبارک بھائی تجھے جاننا چاہیے کہ سمع و طاعت مومنوں کے لیے نرمی کا مظہر ہے اور اس کا خلاف مومنوں پر سختی کی طرف لے جاتا ہے۔** میں اپنی نصیحت کو اس نظم پر ختم کرتا ہوں......

واسمع وصایایَ بحق اننی — ارید نفعا وصلاحا یا اخی

طاعتُك الامیرَ حتمٌ لا زمُ — ومن یخالفه بامرٍ آثِمُ

والسمع والطاعة للامیر　　سمع لا مرِ احمدَ البشیرِ

اما خلاف الا مر والعصیانِ　　فانہ معصةُ الدیاَّنِ

وھو اساسُ الضُعفِ والھَزائِمُ　　بہ فساد الرأُی والعزائمُ

وما جری علی الصحابِ فی　　احدُ درسٌ لکُلِّ مومنٍ الی الاَبَدُ

فالزمُ ودَاوِمُ طاعة ولاتملُ فی　　الکُرہ و المَنُشَطِ اِسُمَع لا تَکَلُ

الا اذا کان خلافُ الشَّرعِ　　فلیس للامیرِ ایَّ سمُع

میری وصیتوں کوغور سے سن اے میرے بھائی کہ میں فائدہ واصلاح چاہتا ہوں

تجھ پر امیر کی اطاعت لازمی ہے اور جو امیر کی مخالفت کرے وہ گنہگار ہے

امیر کی سمع طاعت دراصل بشارت دینے والے احمد ﷺ کی اطاعت ہے

امیر کے امر کی مخالفت ونافرمانی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بھی نافرمانی ہے

ایسا کرنا شکست وفساد اور رائے کی تباہی کا بھی سبب بنتا ہے

جو کچھ صحابہ کے ساتھ احد میں ہوا وہ ہر مومن کے لیے درس ہے

پس امیر کے حکم کو لازم پکڑ اور تنگی و آسانی میں اس سے اعراض نہ کر

ہاں مگر جب حکم کسی معصیت کا ہو تو پھر امیر کی کوئی اطاعت نہیں

اے میرے مجاہد بھائی! میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اور تجھے سمع وطاعت کا پابند بنائے اور ہمیں اپنی معصیتوں کے ذریعے اپنے بھائیوں پر اذیتوں کا سبب نہ بنائے۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر جائیں۔

(نقلاً عن مجلّہ صوت الجھاد/ العدد الثالث۔رمضان 1424 ھجری)

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان